

هُوَ الْبَارِئُ

رِسَالَةُ الْمَسْمُومِ
ف. ب.

الْجُمُعَةُ وَالْهِنْدُ

مؤلفه

قاضی حافظ شیخ محمد رفعت اللہ صدیقی جیشی قادری مجددی
اویسی، وارث حسنی۔ مؤلف کتاب الزکوۃ (کجراتی)

موضع تبسو

ریاست پالن پوڈی سنی خفی مومن جماعت نے چھپوا کر فی سبیل اللہ
وقف کیا

بیتہام حسن الدین نظامی

x

نظامی لیتھو پریس پرنٹ پی ایچ ایم ایچ

جمہوریہ

گئے تھے، بعد میں مولوی عثمان احمد صاحب نجف آباد کے ذریعہ بارہوی
 بھی لکھوئے مگر موصوف نے کچھ جواب ہر جہت فرمایا بلکہ اشتہار کیا اور شیخ کوئی
 جس کا سخت افسوس ہے۔ دلیپی عوام و خواص کیلئے وہ سوالات تیار کر
 کئے جاتے ہیں، ساتھ ہی مسلمانانِ پالہ، پولیٹیکل کالج، جاتیہ کالج، مدر
 جہ کو سمجھنی کوئٹہ سٹیشن کرین اور غنی کی پیروی کر کے عند اللہ مایہ زہون اور
 ترک جمعہ کو متعلق جو وعیدیں ارشادات رسول مین موجود ہیں ان کو
 پڑھ کر خائف ہوں۔ بہر نوع سوالات پڑھئے اور مباحث دیکھیں اور جمعہ کی
 نماز پوری پابندی کیساتھ قائم کیجئے۔ پھر مانعین جمعہ سے تحریری جوابات
 حاصل کر کے مولوی عثمان احمد صاحب کے توسط سے ہمارے پاس
 بھیجئے، ربانی گفتگوؤں سے جمعہ بند نہ کیجئے۔

چند سوالات جو مولوی نذیر بیاضا کو جب مین بھیجے گئے تھے

(۱) مصر شرعی کی کیا تعریف ہے؟ ظاہر الروایۃ پر آپکا ہر وسعہ؟ یا مصنف
 وقایۃ الروایۃ کی تعریف پر؟

(۲) مصر کی کوئی بھی تعریف ہو، قرآن مجید سے ثابت،؟ (حادیث مشہورہ
 مین مذکور ہے یا پھر آثار صحابہ سے ماخوذ ہے یا محض فقہاء کی آرا پر مبنی ہے؟
 (۳) نص قرآنی پر زیادتی کے لئے حدیث مشہور کی ضرورت ہے (دیکھو

L 2291

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله رب العالمین والعاقلین المستقین والصلوة والسلام علی خیر خلقہ مدنا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین
 رجب المرجب کی بات ہے کہ جب پہلی مرتبہ عزیز گرامی جناب مولوی
 عثمان احمد صاحب امام سجاد بسوئے مسئلہ جمعہ پر رسالہ لکھنے کی ترغیب
 دی، حالات کا اقتضا یہ تھا کہ بہ عجلت یہ کام انجام دیا جاوے۔ اسوجوہ سے
 مواد موجود تھا لکھ کر بھیج دیا گیا۔ اتفاق امر دیکھئے کہ مولوی نذیر میان صاحب
 نے کچھ خاموشی برتی اور کچھ رسالہ کی شاعت میں دیر سوئی۔ نتیجہ یہ ہوا
 کہ ایک ضروری امر کی اشاعت میں ایک سال سے زائد دیر گئی ابتداء
 پھر مولانا نذیر میان نے ہی فرمائی اور اہالیان بسو کو اقبام و تفہیم کرنا
 شروع کیا۔ چنانچہ انھیں لوگوں کی خواہش پر غالباً رجب کی ابتدائی
 تاریخوں میں مولانا موصوف کو میں نے ایک خط لکھا جس میں مسئلہ جمعہ
 تبادلہ خیالات کے لئے چند سوالات بھی درج تھے، جو بعینہ نیچے
 لکھے جاتے ہیں۔ ایک ماہ کے اندر اندر مولانا سے جوابات مانگے

(اور واللہ ایسا ہی ہے) تو دلائل عقلیہ سے زیادتی علی القرآن کیسے ممکن ہے؟

(۷) اگر سلطان کی شرط کا دار و مدار مرغینانی صاحب ہدایہ کا قول ہے، تو کیا صرف فقیہہ کے قول سے قرآن پر زیادتی ممکن ہوگی؟ لیکن اگر ناممکن ہے تو فقہاء کی یہ شرط بیکار ہوگی اور بغیر اس شرط کے تحقیق کے بھی جمعہ جائز و واجب ہوگا؟

(۸) ابن ماجہ اور ابن ابی شیبہ نے حسن بصریؒ سے جو دو احادیث سلطان کے بارہ میں بیان (اربع الى السلطان الحديث) اور من ترکھا اولہ اصلہ الحديث کی ہیں کیا انھیں سے سلطان کی شرط ثابت ہوتی ہے۔ اگر ایسا ہے تو اصول فقہ کے نقطہ نظر سے ثابت کر کے تحریر فرمائے گا۔ رسالہ کے آخر میں ہندوستان کے کثیر علماء کے فتاویٰ ہیں جنکو مولوی عثمان احمد صاحب نے انتہائی محنت کے بعد علماء سے حاصل کیا ہے، ان سے فائدہ حاصل کیجئے اور معاملات دینی میں بغیر کامل جانچ و تحقیق سے کام لیجئے اور بس۔

اہل علم اور علماء سے التماس کیے گئے تسمحات سے مجھ کو مطلع فرمائیں اور پبلک کو تحفہ مشق نہ بنائیں، اگر کسی بیان میں کوئی غلطی ہوگی تو تحقیق کے بعد شکریہ کے ساتھ قبول کر لی جاوے گی۔ واللہ

اصول کی کتابیں جیسے سلم الثبوت اور نور الانوار وغیرہ) وہ کہاں سے، اگر
استنباب کے علم میں ہے تو عبارت مع حوالہ کتب حدیث تحریر ہو، (کتب
فقہاء سے حوالہ حدیث قابل سماعت نہیں ہے بلکہ کتب حدیث ہی سے
حوالہ مرقوم ہو)

(۴) قریم و دیہہ جہاں پر نماز جمعہ (مانعین کے نزدیک) جائز نہیں ہے
اُن کا کوئی مفہوم شرع میں حضرة شارع کے بیان سے ثابت ہے یا پھر فقہاء کی
تشریحات کا مرہون منت ہے؟ یا محض ہمارا عرف مبین ہے؟

(۵) سلطان یا چیف جسٹس (قاضی القضاة) کا حکم یا اجازت یا موجودگی
جو بھی شرط ہو بہر تقدیر نص قرآنی پر زیادتی ہے اور زیادتی علی القرآن کیلئے
حدیث مشہور کی ضرورت ہے وہ کہاں ہے؟ تحریر بھی ہو اور تشریح بھی تو
کہ اصولی حیثیت سے وہ کہاں تک بیان قرآن سے؟ لیکن اگر حدیث
مشہور موجود نہیں ہے تو کیا یہ صحیح ہے جیسا کہ فقہائے متاخرین قائل ہیں
کہ قدیم زمانہ میں یہ معاملات سلطان کے سپرد تھے انتظامات کے لئے
اگر ایسا ہی ہے تو اس تفویض سے قرآن کے معانی میں زیادتی
کیسے درست ہوگی؟

(۶) اگر بادشاہ اسلام کی شرط شرعی نقطہ نگاہ سے کچھ وزن نہیں رکھتی ہے
تو اس کی ولایت یا ضرورت فقہاء نے عقلاً سمجھی ہوگی؟ پس اگر ایسا ہی

حقیقتِ صلوٰۃ جمعہ

یہود اور نصاریٰ کے یہاں اُن کی شریعت کی جانب سے ایک نئے
 ہفتہ میں مقرر تھا کہ جس میں اجتماعی حیثیت کا جمع ہو کر اپنے طور پر عبادت
 کرتے تھے، لیکن ہنوز مسلمانوں کیلئے کوئی ایسی عبادت فرض نہ ہوئی تھی
 کہ جس میں اُن کی عام اجتماعی شان و کھلائی دے۔ پس ہجرتِ مدینہ
 کے موقع پر قبا کے مقام پر چونکہ ایک گاؤں ہے مدینہ کے قرب میں اسکی
 فرضیت کا حکم نافذ ہوا اور آپ نے سب پہلا جمعہ اُسی مقام پر پڑھا
 لیکن چونکہ زبانِ عرب میں یہ لفظ ظہور اسلام سے قبل کسی معنی کیلئے
 بولا نہیں گیا ہے اس واسطے اس کے حقیقی معنی کو سمجھنے کیلئے حضرت
 شارع اور ان کے متبعین کے طریقوں کو دیکھنا ہوگا، دیکھو مصفیٰ میں
 شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اسی مفہوم کو یوں تحریر فرماتے ہیں -

صلوٰۃ جمعہ ایک ایسا لفظ ہے کہ شریعت

اسلامیہ پہلے (زبانِ عرب) کسی چیز کے لئے بولا

نہیں گیا لیکن اسلام کے آنے کے بعد حضرت ابراہیم

آپ کے پیچھے استعمال سمجھا گیا کہ وہ (صلوٰۃ جمعہ)

ایک خاص نماز ہے مخصوص کیفیت کی پس مجبوراً

صلوٰۃ جمعہ لفظ است کہ پیش از شریعت

برآگیزی موضوع نہ بود و از استعمال

صاحب شرع و اصحاب اتباع او

فہمیدہ شد کہ آن نماز نسبت خاص

بکیفیت مخصوصہ پس چارہ نیست از

الحمد لله رب العالمین

فتیر محمد رفعت اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
پرچہ ضلع بارہ بکلی

~~~~~

مِفْتَاحُ شَجَرِی مُد

نظامی لیتھو پریس پانچ پی احمد آباد میں اردو عربی فارسی  
کتابین نیز قسم کے پوسٹر، ہنڈیل، کیبل، شادی بیاہ  
کوکا رڈ وغیرہ نہایت عمدہ اور سستے چھپتے ہیں۔ مینجر

کوئی فرضیت کا منکر ہے، کوئی شرائط جمعہ کی غلط تفسیر بیان کرتا ہے اور کوئی کچھ، فقہ منہجی پر اغیار کی جانب سے خوب خوب افترا پردازیاں ہوئی ہیں، یہ حقیقت آج کسی سے پوشیدہ نہیں ہے، انھیں اتہام تراشنے والو دو شاہکار ذیل میں ملاحظہ ہوں۔

(۱) علامہ عابدین شامی نے لکھا کہ اس دور کے جہلا، قدوری کی اس قول کی وجہ سے (جب کو ہم ذیل میں نقل کرتے ہیں) جمعہ کی فرضیت کے اخاف کے مسلک کے منکر ہیں اور اس عظیم الشان کو حضور سرانجملہ حضرت سیدنا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی جانب سے منسوب کرتے ہیں قدوری کا قول ہے۔

|                          |                                               |
|--------------------------|-----------------------------------------------|
| ومن صلیٰ لظہر یوم الجمعة | حس شخص نے نماز جمعہ کے روز اپنے               |
| فی منزلہ ولا عدس لہ کسہ  | مکان میں پڑھی بغیر کسی عذر شرعی کے تو         |
| وجازت صلاۃ               | یہ مکروہ تحریمی ہے لیکن نماز اس کی جائز ہوگئی |

حالانکہ ان معترضین کی سمجھ میں اس قدر نہ آسکا کہ عبارت بالا سے قدوری کا مقصد کیا ہے۔ مطلب ہر طور پر یہ تھا کہ نماز ایسی ہو جائے گی کہ جس سے فرض ذمہ سے ساقط ہو جائے گا، مگر ایسا کرنا ان لوگوں پر حرام ہے کیونکہ مکروہ کا لفظ فقہاء کی عبارات میں جب بلا قید تنزیہی ہو تو مکروہ تحریمی کے معنی دیتا ہے، امام ابوحنیفہ اور قاضی ابو یوسف اس کے قریب

ملاحظہ آں خصوصیات کہ در افراد  
 جمعہ یافتہ شدہ و معرفت صفات  
 نفسیہ او +  
 اُن خصوصیات کو اور اُن ذاتی صفتوں کو ملحوظ  
 رکھنا ہوگا جو مختلف جمعوں میں را تخفرت اور  
 صحابہ کے پائی گئی ہیں۔

پس جو شخص بھی رسول خدا صلی اللہ علیہ کے نیز صحابہ و متبعین صحابہ و ہکم  
 جزا کے دور میں نماز جمعہ کی کیفیتوں پر غور کرے گا وہ نتیجہ کے طور پر حسب ذیل  
 امور کو اخذ کرے گا۔

(۱) لوازم جمعہ۔ (۲) صفات نفسیہ جمعہ۔ (۳) شرائط جمعہ، وغیرہ۔  
 تو معلومہ جمعہ ان لوازم، شرائط اور نفسی یا ذاتی صفتوں اور زبان شریعت میں  
 بولا جائیگا۔ اور انشاء اللہ ان امور کا حسب موقع مفصل ذکر آگے آئے گا  
 اور ان امور زائد امور، زائد ہوں گے، بلکہ قرآن کے مفہوم پر، احادیث کے  
 منشا پر، آنحضور و صحابہ و متبعین کے عمل پر، سلف صالح کے طریقوں پر  
 زائد ہوں گے اور اُن پر عمل کچھ ضروری نہ ہوگا۔

جمعہ کی فرضیت | جمعہ کی فرضیت ثابت کرنے کیلئے فقہ کا عظیم الشان  
 اور حدیث کی ہزار ہا کتابوں کے دیکھنے کی ضرورت نہیں، بلکہ قرآن مجید کے  
 الفاظ بالکل صاف طور پر اس کی فرضیت پر دلالت کرتے ہیں۔ قدیم زمانہ سے  
 یہ بات چلی آتی ہے کہ لوگ کوئی نظری اور قلت استعداد کے سبب  
 فقہاء کی عبارات کا صحیح مطلب نہیں سمجھتی اور چھٹیکوئیاں کرنے لگتے ہیں،

کچھ ایسا ضروری نہیں ہے صرف روتوں پر جانے کیلئے مولوی لوگ مصنفین ایک  
 کر لیتے ہیں ورنہ فرض تو ظہر کی نماز ہے، جو پھر میں پڑھی جاتی ہے! ع  
 چونکہ کعبہ پر خیر و کجا مائد مسلمان

بعض لوگ یہ سمجھنے لگے ہیں کہ جمعہ کے روز ظہر کے وقت میں مستقل فرض میں  
 ایک جمعہ کی نماز اور دوسری ظہر کی اور یہ خیال بھی بہر حال جمعہ کی ذمیت کے  
 واسطے کچھ کم نقصان دہ نہیں ہے، یقیناً اس سے بھی فرضیت جمعہ کا انکار  
 اصولاً لازم آتا ہے۔

اور اصل بات یہ بھی ہے کہ عام طور سے کتب فقہ میں ان کے مصنفین کا  
 دستر ہو گیا تھا کہ جب وہ کسی فرض کو بیان کرتے تھے تو لکھتے تھے کہ یہ چیز  
 واجب ہے، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج و غیرہ کے متعلق یہی لفظ (واجب)  
 سب نے لکھا ہے، چنانچہ جمعہ کیلئے بھی ابواب جمعہ میں یہی لفظ منقول ہے  
 میں نے ثقات سے سنا ہے کہ ہندوستان کے ایک بھائی نے بھی  
 اسی لفظ واجب بہت بڑا فائدہ حاصل کرنے کی کوشش کی تھی، اور  
 ثابت کرنا چاہتے تھے کہ امام صاحب کی رائے پر جمعہ فرض نہیں ہے بلکہ  
 واجب ہے، مگر یہ ایسی بات تھی جبکہ وفقہ کا ایک ادنیٰ طالب علم بھی جانتا  
 اس واسطے یہ ترکیب نہ چل سکی کیونکہ واجب کا یہ لفظ دوسرے معنی رکھتا ہے  
 یعنی فرض کا مرادف ہے، اور یہی وجہ ہے کہ اس کے آگے لکھا ہوتا ہی

بہ حرام سمجھتے ہیں، لیکن معنی بہ قول اس میں امام محمد کا ہے اور وہ حرام و مکروہ تحریمی میں کوئی فرق نہیں سمجھتے ہیں گویا کہ وہ تحریمی کو کسی معنی میں بھی نہیں مطلب امام صاحب کے نزدیک بھی یہی ہے کہ جمعہ کے روز جمعہ ترک نہ ہوا و حتی الامکان بلا عذر شرعی ظہر نہ پڑھی جائے، ورنہ خطرہ شدید گناہ کا ہے، میں تو کہتا ہوں کہ یہی عبارت خود فرضیت جمعہ پر بالمعنی دلالت کرتی ہے کیونکہ اگر جمعہ کے روز وقت ظہر میں جمعہ کی نماز فرض نہ ہوتی تو ظہر پڑھنا حرام کیوں ہوتا ۹ پس غور کرو۔

(۲) محقق ابن ہمام نے جمعہ کی فرضیت کا بسیط ثبوت دینے کے بعد لکھا ہے کہ ہم نے زیادہ کلام اس واسطے کیا ہے کہ نہ کہ ہم بعض جاہلون سے (خفیی) سنتے ہیں کہ وہ مذہب خفییہ کی طرف جمعہ کے فرض نہ ہونے کی نسبت کرتے ہیں دین کہتا ہوں کہ محقق موصوف کے زمانہ میں تو شاید انبیاء کے جو لوگ جاہل یا نادان واقف ہوں، خفیوں کے اوپر یہ اتہام لگاتے ہوں گے کہ جمعہ کی نماز مذہب خفی پر فرض نہیں ہے۔ لیکن ہمارے زمانہ میں تو خود خفییہ اور علما کہلانے والے گروہ نے وہ طوفان بے تمیزی برپا کر رکھا ہے کہ الامان اور غلط فہمیوں کا انتشار فقہاء کا احتیاط ظہر کے بارہ میں ضعیف ترین قول ہے، احتیاط کرتے کرتے یہ لوگ گمراہی کے گڑھے میں جا کر رہے ہیں اور عوام لکھے پڑھے مولویوں کی حرکات دیکھ کر یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ جمعہ



|                                                                                                                          |                                                                                                        |
|--------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------|--------------------------------------------------------------------------------------------------------|
| <p>نماز جمعہ حق (پہرہ درگاہ) ہے اور دُعا<br/> ہر سنان پر باجماعت، مگر غلام، عورت<br/> بچے اور بیمار پر واجب نہیں ہے۔</p> | <p>الجمعة حق واجب علی<br/> کل مسلم فی جماعة الا الذی<br/> عبد مملوک او امرة او صبی<br/> او هو یض ۵</p> |
|--------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------|--------------------------------------------------------------------------------------------------------|

یہ حدیث طارق بن شہاب سے ابوداؤد نے روایت کی ہے، صحیح  
یہ ہے کہ طارق نے رسول خدا سے روایت نہیں کی ہے البتہ دیکھنا  
ثابت ہے پس حدیث مرسل ہوگی اور حدیث مرسل علی الخصوص  
جبکہ صحابی سے مرسل ہو تو قابل حجت ہے۔ علاوہ ازیں علامہ نوویؒ نے  
تحریر فرمایا ہے کہ یہ حدیث شرائط شیخین (بخاری و مسلم) پر صحیح ہے، پس  
استدلال اس حدیث سے صحیح ہے۔ علاوہ ازیں یہ حدیث دوسرے  
طرفوں پر بھی مروی ہے۔

|                                                                                                                                                                                |                                                                                                                                                             |
|--------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------|-------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------|
| <p>مسلم نے ابن عمر سے روایت کی ہے کہ<br/> جمعہ کے ترک سے لوگ ضرور باز آجائیں<br/> نہیں تو اللہ ان کے دلوں پر نفاق کی<br/> مہر کر دیگا، پھر فافلوں میں سے<br/> ہو جائیں گے۔</p> | <p>عن ابن عمر قال خطب علی<br/> السلام علی المنبر فقال الینتھمین<br/> اقوام عن ودعهم الجمعة<br/> اولینتھمین اللہ علی قلوبہم<br/> ثم لیکونن من الغافلین ۵</p> |
|--------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------|-------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------|

اور اس کے مثل ابو ہریرہ سے بھی مروی ہے اور یہ حدیث تاکید جمعہ پر

کہ اس کا منکر کافر ہے، لیکن وہ واجب جو کہ فقہا کا اصطلاحی ہر یہ درجہ نہیں رکھتا کیونکہ وہ دلائل ظنیہ سے ثابت ہوتا ہے اور جمعہ بلاشبہ دلائل قطعیہ سے ثابت ہے اس لئے اس کی فرضیت میں کوئی شک نہیں ہے چنانچہ درختار میں مصرح ہے کہ جمعہ فرض عین ہے (یعنی جو ادا کر گیا وہ سبکدوش ہوگا اور جو ترک کر گیا وہ خاطی ہوگا اور منکر بالیقین کافر ہی ہوگا۔) اس کا منکر کافر ہے اس لئے کہ اس کی فرضیت کا ثبوت دلائل قطعیہ سے ثابت ہی ہے ہر نوع جمعہ نماز فرض ہے اور ظہر کی نماز سے زائد اس کی فرضیت مضبوط ہے کیونکہ جو وعیدیں اور تہدیدیں تارک جمعہ کیلئے احادیث میں مذکور ہیں تارک ظہر کیلئے نہیں آئی ہیں۔

**تاکید جمعہ اور احادیث اکثر احادیث اس باب میں موجود ہیں**

ان میں سے چند نمبر ذیل میں درج ہیں۔

|                            |                                                  |
|----------------------------|--------------------------------------------------|
| دا، مالک عن صفوان ابن سلیم | موطا امام مالک میں ہے کہ فرمایا علیہ السلام      |
| انہ قال من ترک الجمعة قتلت | کہ جس شخص نے جمعہ کو تین مرتبہ (متواتر) بغیر عذر |
| مرات من غیر عذر ولا غلۃ    | شرعی یا مرض کے چھوڑ دیا تو اللہ تعالیٰ اس کے قلب |
| طبع اللہ علی قلبہ۔         | مہر (نفاق) کی کر دیگا۔                           |

حاکم اور امام احمد بن حنبل جیسے محدثین کبار تک نے اس حدیث کو روایت کیا ہے اور نہ صرف روایت بلکہ اس کی صحت بھی بیان فرمائی ہے۔

اس میں کچھ دو پہل ہو سکتا ہے۔

(۶) تثنیہ: ابراہیم بن عبد اللہ

قال خطبنا رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم فقال یا ایہا النسا

توبوا الی اللہ قبل ان تموتوا

واعلموا ان اللہ قد افترض

علیکم الجمعة فی مقامی

ہذا فی یومی ہذا فی شہری

ہذا من عامی ہذا الی

یوم القيمة فمن ترکها فی

حیاتی او بعدی ولہ اما

عادل او جائز استخفافا بها

او محجور الہا فلا جمع اللہ

شملہ ولا بارک لہ فی امرہ

الا ولا صلوة لہ ولا زکوٰۃ

ولا حج لہ ولا صوم لہ ولا اجر

حق یتوب فمن تاب تاب اللہ

ابن ماجہ سننہ: ہاہر بن محمد رحمہ اللہ سے روایت

کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم

خطبہ یا تو فرمایا کہ لوگو! موت سے پہلے اللہ تعالیٰ

کی جانب رجوع کر لو۔ یعنی توبہ کر لو۔

اولیقین کرو اور رسول اللہ تعالیٰ آج اس

مقام پر اس دن اور اس جہینہ اور اس

سال میں تم پر نماز جمعہ کا ادا کرنا فرض کیا،

اور اس کی فرضیت آج سے لیکر قیامت کے

دن تک ہے۔ پس جس شخص نے اسکو

میری زندگی میں یا میرے بعد عندایا انکار

کر کے چھوڑ دیا اور اس کا کوئی امام عادل

یا جاہر موجود ہوگا تو خدا اس کی پراگندگی

کو جمع نہ کرے گا اور اسکو برکت عطا فرمایا جائے گا۔

سنو اس کی کوئی نماز قبول نہیں ہوتی

اسکی کوئی زکوٰۃ قبول نہیں ہوتی اسکا کوئی

حج نہیں اسکا کوئی روزہ نہیں اسکی کوئی نیکی

انتہائی زبردستی ظاہر کرتی ہے لوگوں کو چاہئے کہ وہ جمعہ کی نماز ترک نہ کریں۔  
بچپن ورنہ خوف سخت خدا کا ہے!

(۴) ایک مرتبہ خطبہ میں ارشاد فرمایا اُن لوگوں کے بارہ ہیں کہ جو جہنم  
کے سبب نماز جمعہ میں شریک نہیں ہو سکتے۔

|                                              |                                            |
|----------------------------------------------|--------------------------------------------|
| عن ابن مسعود اِنَّهٗ قَالَ لَقَدْ            | صحیح مسلم میں حضرت ابن مسعود مروی ہے کہ    |
| هَمَّتْ اَنْ اُحْرِقَ عَلٰی مَرَجَالٍ        | فرمایا کہ رسول خدا نے کہ میرا ارادہ ہے     |
| لِنَاسٍ ثَمَّ اَحْرَقَ عَلٰی مَرَجَالٍ       | کہ کسی شخص کو حکم دوں کہ وہ لوگوں کو جمعہ  |
| يَتَخَلَّفُونَ عَنِ الْجُمُعَةِ بِيَوْمِهِمْ | کی نماز پڑھاؤ۔ پھر اُن لوگوں کی طرف چلا    |
| (مسلم)                                       | جاؤں جو جمعہ سے پیچھے رہ جاتے ہیں اور جمعہ |

اُن کے گھروں کے ان لوگوں کو جلاؤ!

خدا کے لئے کوئی صاحب بتلائیں کہ اتنی سخت دھمکی رسول کے کلام  
میں کسی اور نماز کے تارک کیلئے بھی آئی ہے؟ اگر نہیں آئی ہے تو جمعہ  
کی فرضیت کا انکار کیوں ہے؟ اور اُسکو ہلکا کیوں سمجھا جاتا ہے؟ اور  
جمعہ کے روز نماز ظہر کے وقت اُسکو مستقل فرض کیوں نہیں سمجھا جاتا؟  
(۵) امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے  
کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص بغیر ضرورت شرعی  
جمعہ نہ پڑھے تو منافق لکھا جاتا ہے ایسی کتاب میں جو نہ سٹائی جاسکتی، نہ

کافی ہیں اور نا سمجھوں کے لئے ایک دفتر کافی نہیں ہے، یہاں سے براہِ راسخ ہو گیا کہ نماز ظہر سے نماز جمعہ (جمعہ کے روز) زیادہ سوگند ہے اور جمعہ روز وہی زیادہ بہتر ہے، ارشاد فرمایا باری تعالیٰ نے کہ،

مَا نَسْتَعِمْ مِنْ آيَةٍ اَوْ نَسْتَعْمِلُهَا  
فَاَنْتَ بِخَيْرٍ مِّنْهَا اَوْ مِثْلُهَا

ہم کسی آیت (یعنی حکم) کا رفع (رفع) کرتے ہیں  
یا نیکو کار دیتے ہیں تو اس سے بہتر یا اس کے مانند لائے ہیں۔

کیونکہ ہر روز ظہر فرض تھا اب ایک روز ہر سفتہ میں ظہر سنو گیلیگی اور اس کی جگہ جمعہ قائم کیا گیا اس لئے باعتبار ثواب و اجر وغیرہ کہ اس کا مرتبہ نماز ظہر سے بڑھا دیا گیا ہے فِعْلُ الْحَكْمِ لَا يَخْلُو عَنِ الْحِكْمَةِ  
تاکید جمعہ اور فقہا

فقہا کا تیسرا طبقہ ایسے افراد پر شامل ہے کہ جو دلائل شرعیہ کی واقفیت میں اپنے اگلوں سے بڑھو ہوئے تھو، علی الخصوص مسائل فقہیہ میں راجح دلائل کا تلاش کرنا انہیں کا کام تھا۔ علامہ زین العابدین مصری مصنف بحر الرائق اس طبقہ کے سرگروہ سمجھے جاتے ہیں۔ جمعہ کی فرضیت کی تاکید میں ان کی ذیل کی عبارت قابل ملاحظہ ہے۔

وقد افقتت مراراً بعد مصلوة  
الادبع بعد ہا نبیۃ اخر ظہر  
خوف اعتقاد عد فرضیۃ

میں سیکڑوں مرتبہ فتویٰ دیا ہے کہ جمعہ کی نماز کے بعد آخر ظہر کی نیت سے چار رکعت نہیں پڑھنا  
چاہئے، کیونکہ میں ڈرتا ہوں اس بات سے

علیہ السلام داہ ابن ماجہ | جب تک کہ کسی نماز جمعہ توہ کرے جس شخص کو قہر کرتا ہے  
 اے وہ لوگو جو نماز جمعہ سنت کا رسی اور سہل انگاری سے ترک  
 کرتے ہو۔ اے گروہ علما کے مقدس افراد جو نماز جمعہ کی ادائیگی  
 سے مانع ہوتے ہو کاش ان صریح ترین الفاظ سے ڈرو، لوگوں کو  
 نماز کی طرف رغبت دلاؤ اور تارکین جمعہ کو ڈراؤ، دھمکاؤ۔ اور  
 بمصدق ارشاد سرور کائنات (جو شخص سنت مردہ کو یعنی طریقہ ستر  
 کو زندہ کریگا تو شہیدوں کا ثواب پاوے گا) سو شہیدوں کا ثواب حاصل کرو  
 حدیث مذکور طویل ہے بعض حصص جو بیان سے متعلق نہ تھے حذف کر دیئے  
 گئے ہیں۔

(۷) حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جس شخص نے کئی جمعہ پے درپے  
 ترک کر دیئے تو اس نے اسلام کو پس پشت ڈال دیا۔ (اشعۃ اللمعات)

(۸) حضرت جابرؓ سے مشکوٰۃ شریف میں روایت ہے کہ فرمایا آنحضرت  
 صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو  
 اس پر جمعہ کے روز نماز جمعہ پڑھنا فرض ہے، مگر مسافر، عورت، لڑکا،  
 غلام اور مریض (کو معافی ہے) اگر کوئی لغو کام اور تجارت میں مشغول ہو جائے  
 تو خداوند تعالیٰ بھی اس سے اعراض فرماتا ہے اور وہ بے نیاز و محمود ہے  
 اس باب میں احادیث کثیر ہیں، سبق حاصل کرنے کیلئے رفتی

اہوارہ ہے۔ شبہ نہ کیا جائے کہ یہ فتویٰ تو احتیاط ظہر نہ پڑھنے کیلئے ہی اور بس  
 اس سے تو صرف استدلال احتیاط ظہر کے ضروری نہ ہونے پر ہو سکتا ہی نہ کہ  
 جمعہ کا لزوم ہر قصبہ و گاؤں میں، بیشک صحیح ہے، مگر احتیاط ظہر کے جو لوگ  
 قائل ہیں وہ کلکتہ اور بمبئی جیسے عظیم الشان شہر میں تھوڑے ہی قائل ہیں  
 احتیاط ظہر کا حکم تو بسو جیسے گاؤں میں ہی دیا جاتا ہے (کیونکہ شہریت مانعین جمعہ  
 کے نزدیک وہاں ہی مشتبہ ہی) پر انھیں گاؤں کی نسبت احتیاط ظہر کی <sup>نقص</sup> حما  
 علامہ موصوف کے کلام میں ہے اور جمعہ کو لازم اور ضروری سمجھ کر پڑھنے کا حکم  
 میں کوئی اعتراض نہیں باقی رہا۔

میں انسوس کے ساتھ لکھتا ہوں کہ آج کے دور میں تو اس سے بھی اند  
 سخت فتویٰ کی ضرورت ہے، کیونکہ کل وہ زمانہ تھا کہ علامہ کمال کی  
 بہترین عمر کا زائد حصہ ان دلائل کی چھان بین میں ختم ہوا تھا کہ جن ہی جمعہ کی  
 فرضیت قطعی طور سے ثابت ہوتی ہے اور آج وہ زمانہ ہے کہ ہمارے علماء ہی  
 اُس کے خلاف دلائل کی چھان بین میں مصروف ہیں۔ کل وہ وقت تھا  
 کہ جب سمری الدین بن شحنے اپنے واسطے باعث تارش وغرور تصور  
 کرتے تھے اس بات کے لکھنے کو کہ جمعہ فرض ہے اور ایک مستقل فرض ہے  
 اور ظہر سے بھی زائد اس کی تاکید وارد ہوئی ہے اور نماز جمعہ کا بدلہ کوئی  
 نماز نہیں ہے۔ لیکن آج وہ دن ہے کہ محقق بن شحنے کی روح بھی قبر میں

الجمعة وهو الاحتياط في  
زماننا واما من لا يخاف  
عليه مفسدة فلا ولي  
ان تكون في بيته خفية

کہ لوگ جمعہ کے فرض ہو گیا کہیں یقین نہ کر لیں۔ اور  
مفتی احتیاط ہمارے زمانہ میں یہی ہے لیکن جس شخص  
اس مفسدہ کا خوف ہو اس کے لئے یہی بہتر ہے کہ وہ ظہر میں  
چھپ کر احتیاط ظاہر کر دے تاکہ اس کے فعل کو دوسرے فضیلت

بہتر نہ ہوں

دیکھا آپ نے کتنا اتفاق جیسی کتاب کا شارح، بحر الرائق جیسی ضخیم کتاب کا  
مؤلف اور دسویں صدی کا زہر دست علامہ اپنی کتاب میں کون سے الفاظ  
نقل کرتا ہے۔ درمختار اور شامی میں اور ان کی جیسی بیسیوں کتابوں میں  
اُس کا یہ قول کس شان و اہتمام سے نقل کیا جاتا ہے، اصل عبارت کے  
مقابلہ میں ترجمہ ہے، مگر لفظی نہیں کہ مطلب نہٹ ہو جائے، اس حیرت کی  
نگاہ سے دیکھو کیلئے چند جملوں پر لکیریں بنا دی ہیں اس فتوے کو پڑھو کہ  
وہ اس لئے فتویٰ دے رہے ہیں کہ کہیں جمعہ کی عدم فرضیت کے لوگ  
قائل نہ ہو جائیں اور اس دور کے علماء کے فتاوے پڑھو کہ وہ اس لئے  
فتویٰ دے رہے ہیں کہ جمعہ کی فرضیت کا ضبط لوگوں کے دماغوں سے بکال جاوے  
والحیاذ باللہ وہ لکھتا ہے کہ ہمارے زمانہ (یعنی دسویں صدی) میں  
ایسا ہی فتویٰ دینا احتیاط کی بات ہے اور ہمارے علماء اس بات پر مصر ہیں  
کہ نہیں آجکل احتیاط اُس کے خلاف فتویٰ دینے میں ہے، کیونکہ غریب  
علامہ زین العابدین کا دور توجہ حالت کا دور تھا اور ہمارا زمانہ علم و دانش کا



اجماع امت اور فرضیت جمعہ امت مرحومہ نے اسی پر اکتفا کیا

کی کہ جمعہ کی فرضیت قرآن مجید سے ثابت ہے اور یہ کافی ہے، احادیث صحیحہ میں مذکور ہے اور یہ واقعی ہے بلکہ اتمام حجت کیلئے اور زبردستی والے اعتراض کو دفع کرنے کیلئے، جمعہ کی فرضیت پر اجماع کر دیا۔ اور فیصلہ کر دیا کہ جمعہ کی فرضیت کا منکر کافر ہے، اور ہمیشہ ترک کرنا اور فاسق ہے،

علاوہ بریں سیکڑون احادیث خود سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے محض تحریریں اور زجرین مروی ہیں۔ طوالت کے لحاظ سے زائد نہیں مگر حسب ضرورت چند نمبر پیچھے نقل کر چکا ہوں اور وہ کافی سے زائد ہیں۔  
جمعہ کی فرضیت اولہ ثلاثہ سے | دلائل شرعیہ چار ہیں، قرآن مجید، احادیث صحیحہ،

اجماع امت، اور قیاس مجتہد۔ بجز اللہ جمعہ کی فرضیت قرآن مجید بھی واضح ہے اور احادیث میں بھی مذکور ہے۔ اور امت نے بھی اس کے فرض ہونے پر اجماع منعقد کر دیا ہے اب کیا چاہئے پس جو منکر ہے اس کی فرضیت کا وہ منکر ہے قرآن کا، وہ منکر ہے ارشادات رسالت پناہ کا اور وہ منکر ہے امت کے ارباب حل وعقد کے اجتماعی فیصلوں کا۔ اور ان اولہ مذکورہ سے ثابت شدہ حکم کا انکار کرنے والا مسلمان نہیں بنتا بلکہ مرتد ہو جاتا ہے اور ہمیشہ کاتارک فاسق ہوتا ہے۔ ہلکا جان کر ترک کر دیا

لرزہ برآمد ہوگی اور کہتی ہوگی کہ جن کے ہم سلف تھے وہ ہمارا خلف بن گئے  
اچھا ان دلائل اور تذکروں کو چھوڑو، کیونکہ قرآن میں خود فرضیتِ جمعہ کیلئے  
حسبِ ذیل الفاظ موجود ہیں۔

اے ایمان والو! جب نماز جمعہ کیلئے جمعہ کے  
اذان دیا گئے تو ذکرِ خدا کے واسطے (خطبہ  
سنئے اور نماز پڑھنے کیلئے) دوڑو، اور  
خرید و فروخت چھوڑ دو یہ تمہارے لئے بہتر ہے  
اگر تم سمجھ سکو۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ  
لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ وَرَأُوا  
أَلْبَعِيْكُمْ ذَا لِكُمْ خَيْرٌ كَلِمَاتٍ  
كُنْتُمْ تَتْلُوْنَ ۚ قرآن مجید پارہ ۲۸

یہاں سے یہ بات اچھی طرح یاد کر لو کہ فرضیتِ نماز کی صرف ابتدا اور زبیدی  
عمر و بکر و خالد ہی پر منحصر نہیں ہے، قریہ و دیہات، شہر و گاؤں ترہ کے لئے  
حکم مخصوص نہیں ہے، لونڈی و غلام، آقا و ملازم کی خصوصیت نہیں ہوتی  
شیخ و شاب، عورت و مرد، نوجوان و بچہ غرض کہ انسانیت کا کوئی فرد  
بھی بری نہیں ہے جنگلوں کے بدوی باشندے اور شہروں کی امن پسند  
اہلِ ارب شامل ہیں، یہ کیوں محض اس لئے کہ حکمِ ایمان والوں کو دیا جاتا ہے  
مگر یہ عام حکم کے لئے استثناء کا ہونا بھی ضروری ہے، ورنہ پھر امان  
ہی اٹھ جائے پس اسی استثناء کا نام فقہ کی زبان میں شرط ہی جس کا  
ذکر انشاء اللہ موقع سے آئے گا۔ L2291

یہود کو اور اتوار کا نصاریٰ کو ملا تھا، تاکہ عبادت کریں، اُس روز کے ممنوعات سے بچیں، مگر نصاریٰ اور علی الخصوص یہود نے ہفتہ کو دن کی عظمت کھودی تھی، علی الاعلان شکار کرتے تھے، دن بھر ہویا کرتے تھے اور عبادت الہی میں سستی کرتے تھے اس واسطے قرآن میں ان کے ایک فریق کو کہا گیا کہ تَوَافِرَ ذَٰلَکَ حَاسِبِیْنَ ۝ ہو جاؤ ذلیل بندر۔ پس جب ملانوکہ اجتماعی عبادت کا حکم ہوا اور جمعہ کا دن اُن کے لئے مقرر کیا گیا تو خاص طور پر اس کا گاہ کیا گیا کہ دیکھو یہود کا ذلیل ہونا، نصاریٰ کا گمراہ ہونا تمہارے سامنے یہ کہیں تم بھی جمعہ کو ترک کر کے عذاب الہی میں مبتلا نہ ہو جانا اور اسی خیال کی تاکید کرتا ہے موضح القرآن کا وہ قول جو سورہ جمعہ کے پہلے رکوع پر مکتوب ہے اور وہ یہ ہے۔

”یہودی خرابی یہی تھی کہ دین سمجھتے بوجھتے پر دنیا کے واسطے چھوڑ دیتے تھے اسی بات سے ہم کو منع کیا کہ جمعہ کا تقید بھی ایسا ہی ہے کہ اُس وقت دنیا کے کام میں نہ لگو۔“ (منقول از موضح القرآن مصنفہ حضرت مولانا شاہ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ دہلوی متعلق سورہ جمعہ رکوع اول آیت آخر)

غرض کہ ہماری غفلت کا خیال کر کے شدید تاکید فرمائی گئی تاکہ غفلت میں آکر بجائے فائدہ کے گھائے میں رہیں مگر افسوس کہ آج اُن تاکیدوں کو امت نے پس پشت ڈال دیا، خدا مسلمانوں کو سمجھ عطا فرمائے و اللہ

مستحق ہے گناہ شدید کا بلکہ اندیشہ ہے کفر کا۔ پس ایسا باشندگان پالن پور اسٹیٹ مستنبہ ہوا اور تیار ہو جاؤ خدا کی جھڑکیاں سننے کیلئے، ورنہ بہتر سبیل یہ ہے کہ اسٹیٹ کے ہر گاؤں میں جمعہ قائم کر دو اور کچھ گناہوں سے تائب ہو جاؤ۔ رہے دیگر شعبے کہ شہر نہیں ہیں گاؤں ہیں قاضی اسلامی نہیں ہے تو یہ سمجھ کے پھیر لیں، ابھی ان کی حقیقت بھی واضح ہوئی جاتی ہے اور دوضوح حق کے بعد بھی جو انکار کریگا جہالت اور غیبتہ اڑا رہے گا خدا اُس کو معاف کرے ورنہ خوف کفر ہے۔

**قرضیت جمعہ کی شدید تاکید اور اُسکی وجہ** یہ ضروری نہیں ہے کہ حضرت شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کے احکام معطل بالاعراض ہوں یعنی یہ کہ ان کا سبب ہم کو بھی معلوم ہو، شارع پر یہ واجب نہیں ہے کہ وہ ہر حکم کی علت اور سبب بھی بیان کرے، اگرچہ فی الواقع ہر ایک چیز کا ایک سبب ضرور ہوتا ہے۔ علماء و اسخین کو پروردگار نے کچھ سمجھ دی ہے اور وہ اکثر اسباب بیان کرتے ہیں، مگر حق یہ ہے کہ ہر حکم کا ہم کو سبب تلاش کرنا ہی ضروری نہیں ہے بلکہ اُس کے بجالانے کی کوشش کرنا ضروری ہے تاہم جو کچھ ہم میں آتا ہے لکھا جاتا ہے۔

یہود و نصاریٰ یہ دو قومیں ایسی تھیں جو اُس وقت مسلمانوں کے روبرو تھیں، اجتماعی عبادت اُن کے مذہب میں مقرر ہوئی تھی، ہفتہ کا روز

من كان يؤمن بالله واليوم  
الآخر فاعطاه الله  
أمواله واهله واهله  
أمواله واهله واهله

و اگر ایشان جمعه خوانند سقط و نه  
باشد بجهت آنکه وظیفه یوم جمعه است  
و رخصت داده نشد این جماعت  
مگر بجهت مشقت ایشان پس تحمل آن  
کنند و ابا شد -----

مانند مریض که وضو کند و آنرا ناکه معذور  
اند و ترک جماعت ،

در ترک جماعت معذور اند ، معذور  
اند و ترک جمعه ، زیرا که جمعه بغیر جماعت  
نمی باشد پس رخصت ترک جماعت  
رخصت است و ترک جمعه +

۳) جمعه کی نماز خمیونین جنگلون اور ویرانوں میں پڑھنا فرض نہیں ، اور  
پڑھنے والے غالباً گنہگار رہوں گے ، کیونکہ وہاں جماعہ پڑھنا ہی فرض ہے

جو شخص ایمان لایا اللہ پر اور قیامت کے دن یہ  
پس اس پر جمعہ فرض ہے ، مگر عورتوں اور  
مسافر ، غلام اور بیمار پر فرض نہیں ہے۔  
لیکن ---

اگر یہ لوگ جمعہ ادا کریں گے تو ادا ہو جائیں  
کیونکہ جمعہ کے روز کا وظیفہ نماز جمعہ ہی ہے  
(اور ظہران لوگوں کے لئے مجبور ہے) اور  
اس جماعت کو رخصت نہیں دی گئی مگر انکی مشقت کا  
کر کے (مگر عورتوں کو سزا دینے منع کریں گے) پس  
اگر یہ لوگ مشقت بزا شت کریں گے تو جمعہ جائز (ادا) ہوگا

جیسے کہ مریض (باوجود اجازت تیمم کی) وضو کرتا ہی  
بوجہ غسل کا اور جو چھوٹا چھوٹا ہے ، جس کے چھوٹے  
میں معذور ہیں (غالباً عورتیں مریض وغیرہ) وہ جمعہ کے  
ترک نہیں بھی معذور ہیں مگر بغیر عت کے نہیں ہو سکتا  
پس رخصت ترک عت کی مثل عورتوں کے رخصت ہے  
ترک جمعہ کی شرعاً ۔

۳) جمعه کی نماز خمیونین جنگلون اور ویرانوں میں پڑھنا فرض نہیں ، اور  
پڑھنے والے غالباً گنہگار رہوں گے ، کیونکہ وہاں جماعہ پڑھنا ہی فرض ہے

اعلم بالحق والصواب۔

آیت کا اصلی مفہوم | اوپر کی آیت کے معنی آپ نے پڑھے سرسری

طور سے مطلب سمجھا اور یہ معلوم کر لیا کہ فی الحقیقت جہان تک فہمی آیت کا تعلق ہے جمعہ ہر شخص پر فرض ہے، مگر قانون میں استثنا رکھنا لازمی ہو چکا ہے، اس واسطے اس آیت میں بھی چند استثنا ہون گئے اور ان سب کو نکال دینے کے بعد جو مفہوم باقی رہے گا وہی آیت کا اصلی مفہوم ہوگا، جو مقامات یا جو اشخاص متثنیٰ ہیں وہ نمبر وار ذیل میں مذکور ہیں (۱) جمعہ کی نماز، عورتوں، بچوں، غلاموں اور بیماروں پر فرض نہیں ہے کیونکہ ارشاد فرمایا حفرة سرور کائنات صلی اللہ علیہ التحیۃ والسلام نے

نماز جمعہ حق (پروردگار ہے) ہر مسلمان پر

کہ انجمت حق واجب علی کل

مجاہد مگر غلام۔ عورت، بچے اور بیمار

مسلم فی جماعت الا ارجعة

پر واجب نہیں ہے۔

عبد مملوک او امرأۃ او صبی

(ابوداؤد عن طارق بن شہاب)

او ھریض :

اور شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی موطا کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں کہ،

اور مسافر و عورتوں اور غلام اور مرہین پر جمعہ لازم

و بر مسافر و عورت و عبد مملوک و

نہیں ہے۔ - - - - -

مرہین جمعہ لازم نیست، بحديث

بوجہ دارقطنی کی روایت کے

اب رہا یہ امر کہ آنحضرت نے جو ارشاد فرمایا ہے الجُمُعَةُ واجِبَةٌ عَلٰی  
کُلِّ قَرِيْبَةٍ مِّنْ بَرَقِيْبٍ وَالْوَلَدِ عَلٰی قَرِيْبِهِ تَوَاسُكِي شَكْل یہ ہے کہ وہ لوگ  
قریب کے شہروں میں جا کر ادا کریں ورنہ گنہگار ہوں گے بشرطیکہ شہر زائد دور  
نہو کہ رات تک مکان میں آجانا مشکل ہو کیونکہ ایسی صورت میں اپنے مقام پر  
ظہر پڑھنا ہی فرض ہے، حدیث میں ہے کہ :-

|                                      |                                                      |
|--------------------------------------|------------------------------------------------------|
| عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ            | حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے              |
| قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم | کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ سنو ہم میں سے |
| علیہ وسلم ما آتھم شیء من الحج        | وہ لوگوں کو کارپوریک میں یا دوسل کو فاصلہ پر رکھے    |
| اذا بنی من الصیۃ من الانعام          | اور چارہ کی ضرورت نہ ہو تو دوسل چلا جاوے چھوٹے       |
| علی امر اس، مبطر، اوہ امر اس         | روز آؤ زار، وہ نماز جمعہ میں شامل نہ ہو دو تین       |
| فتعدہ علیہ السلام ذلک من ذلک         | مرتبہ اس میں خطبہ کو آپ سے دہرایا                    |
| ثم تجیی الجُمُعۃ فلا یجیی            | تو اس کے دل پر چہرہ لگا فی جائے گی                   |
| ولا یشہد ہا دن لا یشہد حتی           | .....                                                |
| یطبع علی قلبہ                        | .....                                                |

پس اس قدر گفتگو کے بعد یہ امر ذہن نشین ہوا کہ جمعہ کی نماز جنگل اور  
خمیہ میں (بدوی یا شہر سے خیمہ کاڑ کاڑ کر جو گولہ میں رہا کرتے تھے،  
اور آج یہاں تو کل دیوانہ مراد ہیں۔ ہندوستان میں نٹ اور بخارہ آئی)

ذیل کی چند دلیلوں سے ثابت ہے کہ ان مقامات پر جمعہ فرض نہیں ہے۔

(۱) سرور کائنات کے عہد میں جنگل میں جمعہ نہیں پڑھا گیا۔

(۲) عرفات میں رسول خدا کے ساتھ کثیر مجمع اہل مکہ کا موجود تھا، لیکن اپنے اُن لوگوں کو جمعہ کی نماز پڑھنے کا حکم نہیں دیا۔ اگر کوئی کہے کہ یہ سفر کی وجہ سے تھا تو غلط ہوگا، مسافرت کا حکم رسول خدا اور اہل مدینہ پر صادق آتا تھا نہ کہ اہل مکہ پر، علاوہ ازیں مسافر کو ظہر اور جمعہ کے درمیان اختیار ہے کہ جسکو چاہے پڑھے، پس لامحالہ یہ کہنا پڑیگا کہ جمعہ عرفات میں یوں نہیں پڑھا گیا کہ لوگ جنگل میں تھے، شاہ صاحب مصنفیٰ ابن نیرا سے ہیں کہ

و سفر و در عتیم در حق آنحضرت صلعم  
و اہل مدینہ می تواند شد و رقی اہل مکہ  
علت نمی تواند شد، الا بودن ایشان  
در صحرا۔  
اور سفر کا حکم مقرر کرنا آنحضرت اور اہل مدینہ کے  
حق میں ممکن ہے لیکن مکہ، اہل مکہ کے حق میں سفر  
علت نہیں ہو سکتی ہے۔ البتہ ان لوگوں کا جنگل میں ہونا  
جمعہ نہ پڑھنے کا سبب ہو سکتا ہے۔

(۳) حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ آپ نے اہل مدینہ کو جمعہ کے پہلے جمعہ کے روزان کے وقت تک میری واپس چلے جائیگا اذن یا حکم دیا تھا۔ پس اگر ان لوگوں پر جمعہ فرض ہوتا تو ان کو نماز جمعہ پڑھنے بغیر واپسی کا اذن حنفیہ خلیفہ نہ دیتے۔

(۴) اور بھی مسلمانوں کا اجماع ہے کہ جنگل خیمہ اور ویرانہ میں جمعہ جائز نہیں ہے،



اور یہی صاحب بنایہ نے ان کے مذہب کی تشریح یوں کی ہے :-

کیونکہ وہ معرکہ جنتہ کیلئے شرط نہیں کرتے بلکہ ہر اس مقام پر جمعہ جائز سمجھتے ہیں کہ جہاں سکر اختیار کرتے ہوں چالیس زاد آدمی -

فائدہ لایستراط المصربل یجوز فی کل موضع اقامہ مسکنۃ اربعون رجلاً احراماً \*

اور امام شافعی کا اس بارہ میں استدلال وہ حدیث ہے کہ جس کو پہنچنے

ابن سعود سے روایت کیا ہے ،

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں جمعہ پڑھا اور وہ چالیس آدمی جمع تھے -

انذ صلی اللہ علیہ وسلم

جمع بالمدینۃ کا نوا

اربعین سر جلا \*

اور میں کہتا ہوں کہ نماز جمعہ کے فرض ہونے کیلئے چالیس نفوس کا لزوم درست نہیں ہے ، کیونکہ دوسرے جموں میں کثیر جمع ہوتا تھا ، یہ شاید ابتدائی حالت ہوگی چنانچہ غزالی ہند حفرة شاہ ولی اللہ نے لکھا ہے کہ :-

اور یہ حدیث اس مجمع کی قلت دلالت کرتی ہے اور دراصل معاملہ بھی ایسا ہی تھا کیونکہ حضور اور صحابہ تابعین وغیرہم کے زمانہ میں جمعہ مصلی چالیس سے زائد ہی ہوتے تھے ۔ یعنی کئی گنا زیادہ ہوتے تھے ۔

واین روایت دلالت بر اقلیت این

جمع مکنند و حال چنان بود زیرا کہ

جمعات آنحضرت و اصحاب و ہلم

جبراً بیشترے بودند از اربعین

بدرجات بسیار \*

تک رہتے ہیں۔ اور ویران آبادیوں میں نہ پڑھی جائے گی۔ اور اس کے علاوہ ہر جگہ پڑھی جائے گی، تاہم ہم یہاں پر کتب فقہ کے مطابق بحث کر رہے ہیں۔ نماز جمعہ کہاں پڑھی جاوے اس بارے میں امام ابو حنیفہؒ و مالکؒ و شافعیؒ و حنبلیؒ سب باہم مختلف ہیں اور ہر ایک کیلئے کلام بشیروہی دلیل کی چنانچہ ہر ایک کی رائے حسب ذیل ہے۔

(۱) امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک آبادی کے کبیر و صغیر ہونے کی قیہ نہیں ہے، البتہ آبادی کا ہونا ان کے نزدیک بھی شرط ہے، لیکن اس میں اگر صرف چالیس آزاد مرد رہتے ہوں تو وہ بھی اقامت جمعہ کا محل ہوگا اور جمعہ پڑھنا اس مقام پر فرض ہوگا، جیسا کہ امام غزالیؒ شافعی اپنی کتاب "احیاء علوم الدین میں شروط جمعہ کے بیان میں ص ۱۶۱ میں تحریر فرماتے ہیں کہ،

|                                   |                                                   |
|-----------------------------------|---------------------------------------------------|
| المشانی المکان فلا تقص فی الصحاوی | نماز جمعہ کیلئے دوسری شرط مکان کی کمی نہ          |
| والبرادی و بین الخیار بل لا       | جمعہ جنگلون، ویرانوں اور غیروں میں پڑھنا          |
| ابد من بقعة جامعہ کلابنیۃ         | صحیح نہیں ہے، بلکہ اس کے لئے ایسی جگہ کی ضرورت ہے |
| لا تنقل یجمع اربعین ممن           | کہ اُس میں عبادت غیر منقولہ ہوتا کہ اس میں        |
| تلتزمهم الجمعة والقریۃ            | دہ چالیس آدمی کہ جن پر جمعہ فرض ہے جمع            |
| فیہ کالبلد۔                       | ہوئیں اور اس معاملہ میں گاون اور شہر سادی ہیں     |

قَالَ مَا لَكَ رَحْمَةُ اللَّهِ  
عَلَيْهِ تَقَامُ بِأَقْلٍ مِنْ أَرْبَعِينَ

امام مالک نے فرمایا کہ نماز جمعہ قاکم کیا گئی  
اس مقام پر بھی کہ جہان چالیس آنروں کے لیے  
ہوں گے۔ ۱۲۔ استدلال غالباً اس حدیث سے ہے

اور امام مالک کا اس بارہ میں استدلال غالباً اس حدیث سے ہے  
کہ جبکو حدیث انقضاض کہتے ہیں اور اس کا قصہ ذیل میں مذکور ہے،  
چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی حاشیہ فتح الرحمن میں آیہ  
وَإِذَا دَاوُتْجَارَةٌ أَوْ لَهَوٌّ أَوْ تَحْرِيرٌ فرماتے ہیں،

مترجم گوید کہ این آیت عتاب است  
بر اصحاب و اشارت بآن قصہ کہ  
کاروان از شام آمد و اشارت خطبہ،  
ایشان آنرا دیدہ متفرق شدند  
و در خدمت آنحضرت صلی اللہ علیہ  
وسلم نماز نہ کردند و از وہ شخص کہ  
حضرت ابو بکر و عمر از انجملہ بودند۔

شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ یہ آیت اصحاب  
رسول پر عتاب ہے اور اشارہ ہے اس قصہ کے  
متعلق کہ ملک شام خطبہ جمعہ کے متعلق کہ  
ملک شام خطبہ جمعہ کے درمیان ایک قافلہ آیا، وہ لوگ  
اس کو دیکھ کر خرید کیلئے مسجد متفرق ہو گئے اور  
آنحضرت علیہ السلام کی خدمت میں ہر

بارہ آدمی عین باقی رہی اور حضرت ابو بکر و  
عمر رضی اللہ عنہما انھیں بارہ آدمیوں میں سے  
درست ہو گا۔ البتہ

زائد سے زائد جو ثابت ہو گا وہ یہ ہے کہ اگر کسی مقام پر جمعہ صرف بارہ  
آدمی ٹھہریں تو ان کا جمعہ صحیح ہو جائیگا اور باقی لوگ ترک جمعہ کی سبب ہو جائیں گے  
ہوں گے، لیکن جہان چالیس ہے، کم نفوس آیا وہوں، وہاں پر جمعہ

اور اس کے علاوہ دوسرا اعتراض صریح اس رائے پر پڑتا ہے کہ جب مدینہ میں غلہ کی قلت تھی اور عین خطبہ کے قریب شہر میں بنجارا آیا تو لوگ خرید فروخت کیلئے مسجد سے اٹھ کر علیہؑ اور رسول خدا کے ساتھ صرف بارہ آدمی رہ گئے تھے، پس لزوم چالیس انسانوں کا باقی نہیں رہا۔ یہاں یہ کہنا کہ تعداد چالیس باقی رہی ہوگی کیونکہ لوگ آتے جاتے تھے صحیح نہیں ہے اس وجہ سے کہ یہ لوگ خرید سامان کیلئے گئے تھے جس میں یقیناً دیر لگتی ہے اور خطبہ رسول مختصر ہوتا تھا۔ پس خطبہ تو درکنار آخر نماز تک بھی بارہ ہی آدمی باقی رہے ہوں گے۔ علاوہ برین لوگوں کا اس طرح جانا اور آنا کہ چالیس کی تعداد فوت نہ ہو جیسا کہ شافعیہ بیان کرتے ہیں کیسے صحیح ہو سکتا ہے جبکہ حدیث رسول سے اس کی کوئی سند نہیں ہے۔ پس لزوم اور قید چالیس کی باطل ہو گئی اور صحیح یہ ہوا کہ گنتی کی کوئی قید وجوب جمعہ میں ضروری نہیں ہے، عام اس سے کہ چالیس ہوں یا زائد یا صرف بارہ ہی آدمی ہوں، بہر نوع امام شافعیؒ کی یہ رائے سہ اور یہی مذہب تقریباً امام احمد بن حنبلؒ کا بھی ہے۔

(۲) امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جمعہ کی نماز فرض ہے، چالیس سے کم مرد بھی جہان رہتے ہوں جیسا کہ صاحب بنایہ نے ان کا مذہب نقل کیا ہے۔ کہ

جیسا کہ لکھا ہے ، کہ

وقال النووی حدیث علی  
رضی اللہ تعالیٰ عنہ متفق

اور نووی نے کہا کہ اب تو گویا کہ حدیث  
علی رضی اللہ عنہ کے ضعیف ہونے پر

الفاق ہو چکا ہے

علیٰ ضعیف ۔

میں کہتا ہوں کہ حدیث علیؑ بروایت عبد الرزاق بسبب اس کے راویوں  
ضعیف ہے ، لیکن دوسری روایتوں کی وجہ سے قوی ہے ، کیونکہ  
انھیں الفاظ کو رواۃ عبد الرزاق کے علاوہ حجاج نخعی نے اور جریر نے  
منصور سے روایت کیا ہے اور ان راویوں پر کوئی اعتراض نہیں ہے  
اور اصول حدیث کے مطابق ہے ، بسا ایسا ہوتا ہے کہ ایک حدیث کو  
وہ لوگ روایت کرتے ہیں کہ جن پر کسی نہ کسی طرح کا اعتراض کتب چال  
میں درج ہے ، لیکن دوسرے ثقہ راویوں کی روایت کی بنا پر وہ قول  
قابل حجت ہو جاتا ہے پس اگرچہ سلسلہ رواۃ عبد الرزاق ضعیف ہے  
لیکن دیگر سلسلے رواۃ کے جو اسی حدیث کو روایت کرنے والے ہیں  
وہ ثقہ و عادل ہیں ، اس واسطے حدیث علیؑ حجت ہے ، اور یہی تحریر فرمایا  
علامہ عینی نے شرح بخاری میں ۔ کہ

فكانه لم يطلع الاثر الذي  
فيه الحجاج ولم يطلع علي

پس گویا کہ علامہ نووی شافعی کو اس حدیث کی  
خبر نہیں ہوئی کہ جس کو حجاج نے روایت کیا ہے

فرض ہو، تو اس قصہ سے ایسا کچھ ثابت نہیں ہوتا ہے!

شاہ صاحب موطا کی شرح میں لکھتے ہیں کہ،

پس ظاہر آئست کہ در وہی اگر دو | پس اس قصہ مذکورہ سے ظاہر یہ امر ہے کہ اگر

اربعین جمعہ فوائد نماز ایشان | کسی دیہات میں چالیس گم آدمی جمعہ پڑھیں تو نماز

صحیح باشد و متخلفان آثم شوند۔ | ان لوگوں کی صحیح ہوگی اور ان میں شریعت نیا گنہگار ہوگی

(۳) امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جمعہ کے لئے مصر شرط ہی،

غیر مصر میں جمعہ ادا کرنا جائز نہیں ہے، اور ان کی دلیل حضرت سیدنا

علی رضی اللہ عنہ کا وہ مرفوع قول ہے، کہ جس کو عبد الرزاق نے صحیح

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، اور ابن ابی شیبہ نے

حجاج بن یحییٰ سے روایت کیا ہے۔ جیسا کہ عین شرح بخاری میں ہے۔

ثم استدلال ابو حنیفہ رحمۃ | استدلال کیا امام ابو حنیفہ نے کہ جب کو عبد الرزاق

اللہ علیہ بجا رواہ عبد الرحمن | نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت

عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ | کیا ہے کہ جمعہ وعیدین نہیں واجب ہیں

لا جمعة ولا تشريق الا في | مصر باج میں۔

مصر باج مع۔

اس پر علامہ نووی شافعی شارح مسلم شریف نے یوں اعتراض کیا ہے

کہ حضرت علی کی اس حدیث کے ضعیف ہونے پر اتفاق ہو چکا ہے،

نماز جمعہ کی شرائط پچھلے صفحات میں ہم نے تحریر کیا ہے کہ ہر عام حکم میں چندا استثنا بھی ہوتے ہیں اور انھیں کو فقہ کی زبان میں شرط کہتے ہیں، عام طور سے فقہاء نماز جمعہ کے لیے دو قسم کی شرطیں بیان کرتے ہیں۔

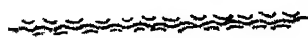
پہلی قسم - وہ شرائط ہیں کہ جس شخص میں پورے طور پر موجود ہوئی ہے جمعہ کی نماز ادا کرنا لامحالہ ضروری ہو جائے۔ اور اگر ان شرائط میں سے چند مفقود ہو جاوے تو جمعہ کی فرضیت اُس کے اوپر ساقط ہو جائے۔ اگرچہ ادا کرنے سے ادا ہو جایا کرتی ہے۔ شرعیات نے مختلف قسم کی رخصتیں امت مرحومہ کو عطا فرمائی ہیں، مثلاً مسافر کے لئے تو مسافر رخصت ہے جو کوئی باوجود شرعی انداز میں مسافر ہوئے کے بھی اس رخصت سے فائدہ نہ حاصل نہ کرے تو وہ کفرانِ نعمت کے عظیم جرم میں ماخوذ ہو گا اور گناہ کا مستوجب ہو گا۔ لیکن مسافر کیلئے

روزہ رمضان کا افطار یا جمعہ و اعیاد کی ادائیگی وغیرہ تو یہ شرعی معاف تو ضرور ہیں، لیکن اگر وہ باوجود اس معافی کے ادا کرے تو فرض ہی ادا ہو گا۔ پس یہاں رخصت باین معنی ہے کہ سہولیت پیدا ہو، لیکن اگر باوجود سفر کی رحمتوں کے کسی کو سہولیت ہے تو خواہ مخواہ اُس کو رخصت سے فائدہ حاصل کرنا کچھ ضروری نہیں، اگرچہ

طریق جریر عن منصور فانه  
سند صحیح و لوا طلع لم یقل  
بما قال -

اور نہ وہ جریر عن منصور کی سند سے واقف  
ہو سکا کیونکہ یہ سند صحیح ہے۔ کیونکہ اگر وہ  
اس واقعہ سے تو حدیث علیؑ پر ضعیف ہو یا غیر اس  
نہ کرتے۔

پس بیان سے یہ امر متحقق ہو گیا کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک نماز جمعہ  
مصریہ میں فرض ہے اور ماوراء النہر میں فرض نہیں ہے اور اس کی تائید  
کرتا ہے وہ قول جب کو فقہاء متاخرین نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے کہ  
صحابہ کرام نے جب ممالک فتح کئے اور وہاں شعائر اسلامی کو زندہ  
کرنے کے لئے مجبور اور مسجدیں تعمیر ہوئیں تو اس وقت جمعہ کی اجازت صرف  
شہروں میں دی گئی، پس یہ واقعات اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ انھوں  
نے سرور کائناتؐ سے ایسا ہی سنا ہو گا اور اس مطلب کی کوئی نہ کوئی  
حدیث ضرور ہے جس نے جمعہ کی فرضیت کو خاص جگہ یعنی مصر میں  
مخصوص اور منحصر کر دیا ہے اور وہ حدیث یہی ہے کہ جب کو عبد الرزاق  
اور ابن ابی شیبہ نے حفصہ علیؑ سے روایت کیا ہے لیکن ہنوز یہ امر  
بحث طلب ہے کہ مصر کیا چیز ہے اس لئے ہم ذیل میں شرائط جمعہ  
سے بالتفصیل بحث کریں گے، تاکہ حقیقت امر ظاہر ہو جاوے اور مانعین جمعہ  
کی پیدا کردہ غلط فہمیاں دور ہو جائیں۔





دوسری قسم، وہ شرائط ہیں کہ جن کی موجودگی کے بغیر جمعہ کی نماز ادا کرنا بالکل درست نہیں ہے، بلکہ ظہر کی نماز پڑھنا از حد ضروری ہے چونکہ اہم ترین مباحث کا تعلق انہیں شرائط سے ہے اس لئے ہم ایسے تمام شرائط سے بحث کرینگے کیونکہ کوشش کرتے ہیں، باتفاق فقہاء و کرام یہ شرائط (۶) ہیں جو حسب ذیل ہیں۔

(۱) پہلی شرط مصر یعنی شہر ہے، اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ فقہاء حنفیہ کے نزدیک جمعہ کے ادا کرنے کے لئے شہر ضروری چیز ہے، یعنی بقول ان کے دیہاتوں میں جمعہ ادا کرنا درست نہیں ہے مگر شہر کس کو کہتے ہیں؟ پہلے فقہاء کی زیادتی تھی اور اس کے بعد ہماری گزارشات پر توجہ کیجئے، جو تعریفیں شہر کی توجہ کے قابل ہیں وہ سب سلسلہ وار حسب ذیل ہیں، ورنہ یوں تو شہر کی تعریف تو اب پچاس سے بھی متجاوز ہو چکی ہیں مگر ان کا انچوڑ بیان درج ہے۔

**تعریفات شہر** (۱) پہلی تعریف ظاہر مذہب کی روایت کی بنا پر شہر ہر اس جگہ کو کہتے ہیں کہ جہاں پر بادشاہ اسلامی حاکم ہو اور قاضی ہو، جو احکام شرعی جاری کرتے ہوں اور جرم کرنے والوں، چوروں، زانیوں، شرابیوں اور بد مستون کی

تو مستفید ہو سکتا ہے، لیکن عدم رخصت اس وقت پسندیدہ ہے،  
 پس جمعہ کی وہ شرائط جن کا اس وقت مذکور ہے ایسی ہی ہیں، جو  
 مسائل پر مطلع ہے سمجھتا ہے، مگر یہاں تو شرائط سی و دشاس  
 کرتا ہے اور وہ یہ ہیں، بیمار نہ ہونا، یعنی صحیح و تندرست ہونا۔ غلام  
 یعنی آزاد ہونا (اچکل پوری دنیا میں غلامی مفقود ہے کیونکہ دعویٰ ارا  
 تہذیب و تمدن نے غلامی کو حرم قرار دیدیا ہے اب رہے ملائین  
 تو وہ شرعی قواعد سے حدود غلامی سے باہر ہیں) مسافر نہ ہونا  
 یعنی مقیم ہونا۔ عورت نہ ہونا، یعنی مرد ہونا۔ کیونکہ عورتوں کا حضور  
 جماعت دوسری نمازون میں بھی سہرقتنہ کیلئے ممنوع ہے۔  
 پس جمعہ میں ممانعت اولیٰ تر ہے اور اس دور میں تو بوڑھی  
 پچونس مستورات کا حضور بھی ممنوع ہے کیونکہ فسق و فجور عام  
 اور شائع تر ہے۔ عاقل اور بالغ ہونا۔ کیونکہ بچے جو نابالغ ہوں  
 اصولاً مکلف ہی نہیں ہیں پھر وجوب کے کیا معنی؟ اور یہی حکم  
 مجاہدین کا ہے کہ وہ بھی احکام شرع کے مخاطب نہیں ہیں۔  
 آندھا اور لنگڑا نہ ہونا۔ یعنی پاؤں اور آنکھیں درست ہونا لازمی  
 ہیں۔ کچھ تفصیل اس بیان کی دلائل حدیث کے ساتھ پیچھے بھی گذر  
 چکی ہے۔

جو شرعاً مقرر ہیں ابھی کل کی بات ہے کہ ہٹالی گئی ہیں، اور حرامی ولاد کی پرورش کی ذمہ داری لینے کا قانون پاس ہو چکا ہے، یعنی پرورش کی ذمہ داریاں لیکر زانیوں سے درگزر جاتا ہے، اور ایسی ہی خرابیاں سب ریاستوں کی سمجھ لو۔ اندرونی حالات جاننے والوں سے پوشیدہ نہیں ہیں اور یہ مستیان ایسی ہیں کہ جن کو فقہا بہت پہلے ہی تاثر لیا تھا اور اس تعریف کی بہت سی توجیہ دین کر چکے ہیں۔ اب رہے وہ حکمران کہ جو بیرون ہند میں برائے نام ہو جو وہ ہیں، ان کی حالت کسی سے پوشیدہ نہیں، کیونکہ یورپ زدگی نے ان کو عقوبات شرعیہ کے جاری کرنے کے قابل نہیں رکھا ہے۔ بہر نوع اگرچہ وہ کیسی ہی ہوں ان کی وجہ سے ہندوستان پر کچھ اثر نہ پڑیگا۔ اور آخری بات یہ ہوگی کہ اس تعریف کی بنا پر ہندوستان کے طول و عرض میں جمعہ پڑھنا گناہ کا موجب ہوگا اور ظہر پڑھنا ضروری ہوگا اور یہ ایسی بات ہے کہ اس کا فائدہ عقل اور مجنون بھی قابل نہ ہوگا چہ جائیکہ عالم و فاضل۔

بہر حال اسماعیل ناپسی نے دُرُر کی شرح میں یہی بات محسوس کی ہے اور اس کے بعد لکھتے ہیں کہ،

”جرموں کی سزا دینے کا مطلب یہ نہیں کہ فی الواقع سزا دی بھی جائے کیونکہ ہمارے جمعہ ظالم ترین انسان حجاج بن یوسف کے زمانہ میں

بدستینوں کی سزا دیتے ہوں۔

حضرت امام ابو یوسفؒ اور کئی کابھی مسلک تھا۔ اور امام محمدؒ نے بھی صاحب مذہب امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے یہی روایت کی ہے، ہدایہ بن ابی اسحاقؒ پر فتویٰ دیا گیا ہے اور مفتی المصطفیٰ کی شرح بن اسی کو صحیح بتایا گیا ہے۔ لیکن اس روایت کی بنا پر آپؒ سمجھ سکتے ہیں کہ نہ صرف ہندوستان بلکہ افغانستان، متھرا، حجاز، بغداد، تہران، اور انگریزوں، بلکہ دنیا کے اسلام کے کسی حصے میں آج جمہور فرعون بنین، جسے بلکہ ظہری کی نماز ادا کرنا واجب ہے۔ مشہور کیا جا رہا ہے کہ ہندوستان کی بعض مسلم ریاستوں میں مثلاً ٹونک وغیرہ کے حالات شرعیہ کا فیصلہ مفتی اسلامی کے سپرد ہے۔ اور سرائین شرعی جاری ہیں کیونکہ وہ دارالشعائر ہیں، انہیں حقوقات شرعیہ کے نفاذ میں سستی ہوتی ہے، امراء اور خود رئیس ٹونک کے حالات کسی سے پوشیدہ نہیں ہیں، علاوہ برین ابھی نیچے آتا ہے نہ بادشاہ سے مراد بادشاہ اور نہ بادشاہ کے حرم پر کوئی والی باج وصول کرتے ہیں، بلکہ انگریزوں کے سپرد ہو رہے ہیں جو وصول کرتے ہیں، پھر یہاں علی الاعلان قانون شرعیہ لکھنے کیلئے انگریزی قانون ان کی جگہ پر نافذ کئے جاوین یا حدود و زنا

بیان ہوتی رہیں اور جدا جدا تشریحیں لکھی جاتی رہیں۔ مگر ظاہر ہے  
 کہ کوئی کہان تک ان الفاظ کے معنی بدلے گا، بالآخر چند ایسے  
 لوگ آگے بھڑکے اس تعریف کو بالکل بیکار سمجھ لیا۔ کیونکہ اب اس  
 تعریف سے کوئی کام نہیں نکلتا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ تعریف کوئی  
 قرآن نے تو بیان نہ کی تھی۔ حدیث میں تو مذکور نہ ہوئی تھی، کسی صحابی  
 سے منقول نہ ہوئی تھی جو اس کی مخالفت کوئی کفر کی بات ہوتی  
 اس لئے ایک دوسری تعریف کی گئی جو آگے آتی ہے، لیکن آج بھی  
 چند علما ایسے موجود ہیں جو ظاہر مذہب کی روایتوں سے سربموجہ  
 کرنا مگر اسی اور صلاہت کا سبب جانتے ہیں، چاہے اس پر عمل  
 کرتے کرتے گمراہی کے غار میں جا گریں! ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ ظاہر  
 مذہب پر یہ نسبت دوسری روایتوں کے عمل کرنا ہر مسئلہ میں اہل  
 ہے اور جہاں تک کوئی مسئلہ اس میں ملے متون و شروح  
 ناقابل التفات ہیں، مگر یہ اسی وقت تک ہے کہ جب تک اس پر  
 عمل ممکن ہو، یعنی اس پر عمل کر کے کوئی شرعی خرابی پیدا نہ ہو  
 اور یہاں اسکی بیان کردہ روایت پر عمل کر کے صراحتاً گنہگار نہ ہوں  
 پس کہان کی عقلمندی ہے کہ اس پر عمل کئے جائیں۔ خدا ہم سب کو  
 فہم عطا کرے۔

بھی پڑھا گیا ہے (اور اُس کے دوڑین جمعہ کی عدم فرضیت اور ظہر کی فرضیت پر کسی نے بھی فتویٰ نہیں دیا۔ ۱۲۔ رُفَعَتُ اللہ) بلکہ مطلب یہ ہے کہ سزا دینے کی قدرت ہونا چاہیے، چاہے وہی نہ جانتی ہو اور حجاج بن یوسف کو بھی قدرت تھی گو دیتا نہ ہو۔

دوسری توجیہ وہ ہے جس کے مؤلف عِنَایۃ نے تحریر فرمایا کہ ”حاصل کلام یہ ہے کہ بادشاہ وغیرہ کو قدرت اس بات پر ہو کہ وہ ظالم اور مظلوم کے درمیان مین انصاف کر سکتا ہو چاہے انصاف کرنا نہ ہو۔“

اور مصنف وقایۃ الروایۃ نے جب اس تعریف سے گریز کیا۔ اور شہہ کی دوسری تعریف کی (جس کو ہم آگے لکھیں گے) تو صدر الشریعہ نے اُس کی تائید میں یہ چند الفاظ لکھے ہیں کہ،

”اس ظاہر مذہب کی تعریف میں خرابی یہ ہے کہ اب احکام شرع میں دن بدن سُستی ہوتی جاتی ہے اور خاص کر حد و وقاص کے قائم کرنے میں شہروں میں بہت سُستی برتی جا رہی ہے (اس لئے اس تعریف کی موجودگی میں کسی شہر میں بھی جمعہ جائز نہ ہوگا۔ (۱) بعینہ یہی الفاظ علامہ طحاوی کے بھی ہیں۔ پس گفتگو اس جگہ پر ختم نہیں ہوئی بلکہ ہر دور اور ہر زمانہ میں اس تعریف کی خرابیاں

بڑی مسجد کے کیا معنی ہوں گے۔ دو صورتیں ہیں، یا تو دیگر مسجد پر  
 وہ بڑی بظاہر ہوگی یا اس کی کوئی مقدار ہوگی۔ ظاہر ہے کہ ہر شہر  
 شرعی میں ایسا ہونا ضروری نہیں ہے کہ کوئی مسجد۔ دیگر مسجد کے  
 بڑی بھی ہو۔ ممکن ہے وہ مسجدیں عرضاً و طولاً مساوی ہوں پس بڑی  
 مسجد کا تحقق مشکل ہوگا اور اس تقریب پر ان شہروں میں  
 عمل ناممکن ہوگا، باوجود اس کے کہ جمہور وہاں فرض ہوگا۔  
 مگر اس تقریب کی بنا پر اس کی فرضیت باطل ہو جائے گی۔  
 لیکن کتب فقہ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ صورت  
 مراد نہیں ہے بلکہ لمبائی اور چوڑائی متعین کر دی گئی ہے اور  
 مختار قول کے مطابق ہم گز شرعی کی اگر لمبی مسجد ہو تو وہ سب  
 بڑی مسجد شمار کی جائے گی بحساب گز انگریزی ۲۲ گز ۲ فیٹ ۶ انچ  
 مسجد کا طول ہونا ضروری ہے، لیکن پھر تشریح طلب یہ امر ہے  
 کہ فقہاء کے بیان کے مطابق طول مسجد تو متعین ہو گیا۔ لیکن  
 عرض پنوز مہول ہے، (ایک صاحب نے عرض لکھا ہے تو وہ  
 بھی طول کے مساوی جو زائد قباحت کا باعث ہے۔ ۱۲)  
 پس لامحالہ وہ مقرر کرنا ہوگا، لیکن اگر مسجد عرضاً و طولاً  
 مساوی مان لی جاوے تو گویا تخمینہ یہ ہوگا کہ بڑی مسجد وہ ہے

دس مصر کی دوسری تعریف مصر وہ جگہ ہے کہ جہان کی سب سے بڑی مسجد میں وہاں کے لوگ کہ جن پر جمعہ فرض ہے نہ سما سکیں۔ (دیکھی اندھے، لولے، مسافر، عورتیں وغیرہ چھوڑ کر۔ ۱۲ رفعت اللہ)

یہ شہر کی دوسری تعریف ہے کہ جبکو ابتداً غالباً مؤلف مجتبیٰ نے نقل کیا ہے۔ بلخی کا اسی پر فتویٰ ہے، علاوہ برین ایک کثیر جماعت نے فقہارین سے اسی تعریف پر بھروسہ کیا ہے اور فتویٰ دیا ہے۔ آپس شجاع نے اس تعریف کے متعلق لکھا ہے کہ یہ احسن ترین تعریف ہے۔ اور ظہیر الدین عبدالرشید نے فرمایا ہے کہ یہ تعریف صحیح ہے۔ تاج الشریعہ نے وقایہ میں یہی تعریف لکھی ہے۔ درمختار اور ستاحی میں اسی تعریف پر بھروسہ کیا گیا ہے۔ غرضیکہ ایک کثیر جماعت نے اس کی تائید کی ہے اور اپنے مؤلفات میں سب سے پہلے اس کو جگہ دی ہے۔ وہ حوالہ جات کوئی کہاں تک نقل کریگا۔ لیکن اعتراض سے خالی یہ تعریف نہیں ہے۔ ذیل کے چند معروضات غور سے پڑھئے۔

۱، تعریف میں بیان کیا گیا ہے کہ وہاں کی سب سے بڑی مسجد میں لوگ نہ سما سکیں۔ اس واسطے سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ سب سے



انتم شہنشاہ -

نماز دست اور شہنشاہ گنہگار ہوں۔

پس بیان سے یہ امر واضح ہو گیا کہ چالیس نفوس سے کم کی آبادی میں بھی جمعہ جائز ہے اور لا خالہ جہان چالیس نمازیوں سے کم ہوں گے وہاں صرف ایک ہی مسجد ہوگی، بیان مذکورہ کے مطابق وہاں جمعہ صحیح ہوگا۔ اور تعریف مذکور کے مطابق دست نہیں ہے۔ اور یہ خرابی ہے بلکہ قرآن اور حدیث پر زیادتی ہے (۳) علاوہ برین فتاویٰ شیخ الاسلام میں ہے کہ،

ان القرية الکبيرة هي  
حکم المصنوع -

اور بڑے گاؤں کی تفسیر بتلائی سے یوں منقول ہے۔  
وہی التي فیہ ما فوق  
ثلثین بیتا۔  
اور بڑا گاؤں وہ جگہ ہے کہ جہاں تیس گھر سے زائد گھر ہوں۔

پس معلوم ہوا کہ تیس گھر سے زائد کی آبادی حکم میں شہر شرعی کے ہے اور کم کی آبادی گاؤں اور قریہ ہے اور بڑے گاؤں میں جمعہ جائز ہے، آگے انشاء اللہ لکھوں گا کہ یہ مسلک احادیث کے تقریباً مطابق ہے۔ مگر اس تعریف کی بنا پر ایسی جگہ جمعہ جائز نہیں ہے، کیونکہ ہم گز شرعی کی مریج مسجد وہاں کے

کہ جس میں نوسو نمازی نماز پڑھ سکین، اور شہر شرعی وہ جگہ ہے کہ جس میں کم از کم تین ہزار مسلمان آباد ہوں کیونکہ نماز یون میں عیدین، بیکے، مرہین، اندھے، لولے، وغیرہ تو شامل نہ ہوں گے اس لیے کہ ان پر جمعہ فرض ہی نہیں ہے۔ پس منشاء گزارش صرف اس قدر ہے کہ جمعہ کی ایسی ضروری چیز کو تہنیتی پر کیوں معلق کیا جائے جس سے اس کی ادائیگی میں خواہ مخواہ رکاوٹ ہو۔ جبکہ ایسا کرنا شرعاً درست بھی نہیں ہے، اگر درست ہے تو ثابت ہو۔

(۳) لفظ سب سے بڑی مسجد سے یہ بدانتہا سمجھا جاتا ہے کہ وہاں متعدد مساجد کا ہونا لازمی ہے، تاکہ بڑائی اور چھوٹائی مسجد کی متحقق ہو سکے، کیونکہ سب سے بڑا ہونا صفت اضافی ہے، تا چار متعدد مساجد کا ہونا ناگزیر ہے، پس وہ مقام کہ جہاں صرف ایک ہی مسجد ہے نماز پڑھنے کے قابل انتہائی امور سے قطعاً نہ ہوگی اور یہ صراحتاً باطل ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی مصنفی مین تحریر فرماتے ہیں، کہ

|                              |                                                |
|------------------------------|------------------------------------------------|
| پس ظاہر آنست کہ در وہی لگے   | دانش سے کہ جس میں صرف بارہ آدمی آپ کے          |
| دون اربعین جمعہ خواندند نماز | ساتھ جمعہ میں رکھے، ظاہر ہے کہ اگر             |
| ایشان صحیح باشد و متخلفان    | کسی پتہ میں چالیس نفوس سے کم جمعہ پڑھیں تو وہی |

آتی ہے اُن کا ذکر کون کرتا ہے ؟ بلکہ رونا تو اُن بہت سی جگہوں  
 ہے کہ جہاں پر یہ تعریف صادق نہیں آتی حالانکہ اُن دیہاتوں  
 میں نماز جمعہ پڑھنا، قرآن سے، حدیث سے، بلکہ ہر طرح سے فایز  
 ہے، صرف رائے فقہاء سے واجب نہیں ہے، کیونکہ اُن کی رائے  
 میں وہ شہر نہیں ہیں اور اُن میں کچھ حرج نہیں ہے کیونکہ اصول  
 یہ ہے کہ وہ بالرائے لایق ثبت بہ شیء یعنی رائے سے  
 کچھ ثابت نہیں ہوتا ہے، حاصل کلام یہ ہے کہ یہ تعریف صحیح  
 نہیں ہے، دوسری تعریف کی حاجت ہے۔

فقیر محمد رفعت الشیرکینا کہے کہ ان معروضات سے قلیع نظر  
 کرو بلکہ (۱) شامی کہے کہ کوہ الناط (وینا ایضاً) (۲)  
 علی کشیر من الشرائع، پر ثبت کرو تو وہاں ہر جگہ نماز جمعہ  
 (۱) تعریف شہر جامع نہیں، اس صورت میں جبکہ دیہات میں  
 جمعہ فرض ہے کیونکہ ابھی ثابت ہو چکا ہے کہ تیس گھر سے  
 زائد کی آبادی شہر شرعی کے حکم میں ہے اور یہ تعریف ایسے  
 تمام افراد کو حاوی نہیں ہے، پس یہ صریح خرابی ہے اس  
 واسطے قابل عمل نہیں ہے!

(۲) تعریف شہر مانع نہیں ہے، اُس صورت میں جبکہ دیہات

ساکنین سے پر نہیں ہو سکتی ہے۔ اس واسطے بھی یہ تعریف باطل ہے۔

(۴) گو یہ تعریف مصر کی زمان سابق میں اکثر علماء کے نزدیک معتبر تھی اور آج بھی ایک گروہ اسی پر اڑا ہوا ہے مگر چونکہ تبدیل زمانہ سے احکام میں تبدیل ہو جاتا ہے چنانچہ اصول میں ہے کہ الاحکام بتبدل بتبدل التماثل (احکام زمانہ کے تبدیل سے بدل جاتے ہیں) جیسا کہ عورتیں پہلے جماعت سے نماز پڑھتی تھیں مگر پھر ممنوع ہوا، اور آج کل تو بڑھتی پھونس عورتوں کو حضور جماعت سے نماز کا فتویٰ دیا جاتا ہے پس تنجیسی امور بدرجہ اولیٰ بدلیں گے۔ چہ جائیکہ حرج شرعی جب پیدا ہو جائے۔

پس ان معروضات کے بعد گزارش یہ ہے کہ اب اس تعریف پر بھروسہ کیونکر کیا جاسکتا ہے؟ علامہ شامی اس تعریف کی خوبی ذیل کے الفاظ میں بیان فرماتے ہیں۔

وهذا الصدق علیٰ کثیر  
من القرای  
یہ تعریف بہت سے دیہاتوں پر بھی صادق آجاتی ہے۔

میں کہتا ہوں کہ جن بہت سے دیہاتوں پر یہ تعریف صادق

اور چن چوہ سے اس تعریف کو ناقابل عمل بتایا گیا ہے اُن کو غور سے  
پڑھو اور سوچو۔

دس تیسری تعریف، مصروفہ جگہ۔ یہ کہ زبان ہر پیشہ والا اسی جگہ تمام  
سال تک اپنے اسی پیشہ سے زندگی بسر کرے اور اسکو دوستر  
پیشے کے اختیار کرنے کی ضرورت نہ پڑے۔

یہ وہ تعریف ہے کہ جس کو برجیدی نے مفہرات سے وجہ فقہ کی  
کتاب ہے (نقل کیا ہے اور ابوالککارم نے بھی تقریباً یہی الفاظ  
تحریر فرمائے ہیں کہ ”بعض لوگوں کے نزدیک مصروفہ جگہ ہے کہ  
زبان ہر صنعت والا اپنی ہی صنعت کے ذریعہ زندگی بسر کرے۔“

واقفکار لوگ جانتے ہیں کہ مصر کی یہ تعریف بھی ہندوستان کیلئے  
وئی نفع بخش نہیں ہے۔ برجیدی اور صاحب مفہرات کے عہد میں  
ورابوالککارم کے زمانہ میں ضرور مفید رہی ہوگی، مگر آج تو ہندوستان  
آبادی کا بیشتر حصہ محض غلامت یا گداگری پر بسر کرتا ہے۔

وہ دونوں چیزیں سوائے دوسرے شہروں کے اسی جگہ  
نہیں ہنیں، صنعت و حرقت اور دی مصنوعات کا جو حال ہے وہ  
شاید علماء کے بھی پوشیدہ نہ ہوگا چہ جائیکہ اُس پر مدار معاش  
ظہر بر این قباحہ ہم کو دوسری تعریف کی ضرورت ہی کیونکہ

میں جمعہ فرض نہ ہو (جیسا کہ مانعین فرماتے ہیں) کیونکہ بقول علامہ شامی کے یہ بہت سے دیہاتوں پر بھی صادق آتی ہے لیکن تعریف تو ایسی ہوتی چاہئے کہ جو غیر شہر کے کسی فرد پر بھی صادق نہ آوے۔ پس تعریف میں خرابی ظاہر ہے اس واسطے قابل عمل نہیں ہے،

تعریف میں نہ جامعیت ہے (کیونکہ بہت سے شہر شرعی جو ہمارے مسلک پر شہر شرعی ہیں، اس تعریف کے باہر ہیں) اور نہ مانعیت ہے (کیونکہ بہت سے دیہات جو مانعین کے نزدیک شہر شرعی نہیں ہیں وہ بھی اس تعریف کی وجہ سے شہر شرعی بنے جاتے ہیں) اور جو تعریف اس اصول سے باہر ہو وہ تعریف کہلانے کی مستحق نہیں ہے۔

بیچارے علامہ شامی نے تو اس کی مدح سرائی ان الفاظ میں کی ہے، لیکن وہ ہی مدح سرائی برائی کا سبب بن گئی۔ کاش کہ ہمارے علماء جو اس تعریف پر اڑے ہوئے ہیں اس کی خرابیاں سمجھیں اور اس کے علاوہ دوسری تعریفوں پر بھروسہ کریں، مگر وہ ایسا نہیں کریں گے بلکہ کسی منطقی روش کا کافی سے اسکو قابل عمل ثابت دیکھیں

لیکن اگر دونوں میں فرق نہ ہو اور شہر سے مراد بخارا اور سمرقند کے  
مانند شہر ہوں تو فقہا کی اس عبارت کا کیا مطلب ہوگا۔

وتقع في ضا في القصبات  
والقري الكبيرة فيهما  
۱ سواق :-

جمعہ فرض ادا ہو گا قسبولین اور طبرے  
گاؤں میں کہ جہان بازار  
ہو۔

علاوہ اس کے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی شرح طحا  
میں تحریر فرماتے ہیں کہ،

پہلے میں مجمع پرانے کے اکٹھا ہو۔ رہنے کے وقت  
قریب کا لفظ بول سکیں ان پر منع واجب ہے  
سوا آدمی ہوں یا اس سے زیادہ  
اور بعضی احادیث میں کم تعداد ان لوگوں کی  
پچاس آدمی عاقل و بالغ اور آزاد  
کی آئی ہے۔

پہلے یہ سمجھئے کہ اس میں ایسا  
اسم قریہ تو ان نظائر میں  
جمعہ واجب استقامت کس  
باشند یا زیادہ و در بعضی  
اقل آن پنجہ کس مرد عاقل،  
بالغ، حرآمدہ۔

پس اس حدیث کی بنا پر اس تعریف کا فساد ظاہر ہے، اس لیے  
نا قابل عمل ہے، نہ کل قابل عمل تھی اور آج ہے۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔  
(۵) پانچویں تعریف، امام الاکرم حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے  
دوسری روایت یہ ہے کہ، ”شہر وہ بڑا مقام ہو کہ جس میں

اس تعریف کی موجودگی میں عرفی اور جغرافیائی شہر بھی دیہات سے  
بدتر اور قریات کے مماثل ثابت ہو رہے ہیں۔ گادان اور قصبہ کو  
کون پوچھے گا!

(۴) چوتھی تعریف - یعنی لے شرح ہدایہ میں حضرت سفیان ثوری رحمۃ  
اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ،

|                        |                                   |
|------------------------|-----------------------------------|
| المصري الجامع ما يحدّه | مصر جامع وہ مقام ہے جس کی لوگ شہر |
| الناس مصر عند ذكر      | ذکر کرتے ہوئے شہر شمار کریں       |
| الكل ما من كنجنا وروا  | شہر ہے بخارا اور سندھ۔            |

سینچا رہی ہو اسید بھی جاتی رہی، کیونکہ اگر اسی تعریف پر ہم پورے مکرہین  
تو دیکھیں۔ کلکتہ۔ بنارس۔ بمبئی۔ لکھنؤ۔ احمد آباد۔ آگرہ، اور اسی طرح  
سوچ پاس نام اور لے سکتے ہیں جو شہروں کے نام کے ساتھ  
عوام و خواص میں مشہور ہیں اور بخارا اور سندھ کے مقابلہ کے توحید ہی  
ہوں گے۔

سرسری طور پر معلوم ہوتا ہے کہ اس تعریف کی بناء عرف عام پر  
جوہر احکام اصول شرع کے مخالف ہے، علاوہ اس کے فقہاء کا  
تکلف تعبیرات شہر کی بیان کرنا بھی اسے جبرائیل لالت کرتا ہے کہ فقہاء  
یعنی اس چیز کے مخالف ہیں اور قائل ہیں کہ شہر شرعی میں فرق ضرور



پھر کہیں ایسی تشریح بھی نہیں ہے کہ جس سے معلوم ہو کہ اہم صفت  
نے رائے پلیٹ دی ہے، اس تعریف کے متعلق پہلے سے  
الفاظ وہی ہیں کہ جن کو پہلی تعریف کے تحت میں ہم لکھ چکے ہیں  
ضرورت ہو تو وہاں دیکھو۔

(۶) چھٹی تعریف۔ ابن شجاع نے نوادر میں لکھا ہے، کہ  
”شہر وہ قریہ ہے کہ جہاں دس ہزار کی آبادی ہو۔“  
ایسے ہی الفاظ ابوالمکارم نے بھی نقل کئے ہیں، نکتے اور طائف  
کے بعد (قرآن مجید میں اُن کو قریہ کہا گیا ہے) یہ قریہ کا لفظ تیسری  
جگہ اتنی کثیر آبادی پر پولا گیا ہے، مگر یہ الفاظ ایسے عام ہیں کہ  
جن سے چند اختلافات پیدا ہو سکتے ہیں، مسلم وغیر مسلم مساوی  
ہوں۔ یا مسلم زائد اور غیر مسلم کم یا غیر مسلم زائد اور مسلم کم ہوں،  
یہ تینوں صورتیں تو قطعاً نا درست ہیں۔ کیونکہ کفار مخاطب جمعہ  
یا دوسری عبادات کے ابتداء ہو ہی نہیں سکتے بلکہ اُن  
پہلا مطالبہ ایمان کا ہے اور جب یہ صورت ہے تو ظاہر ہے  
کہ دس ہزار کی آبادی سے مراد صرف مسلم آبادی ہوگی،  
لیکن مسلم آبادی کی صورت میں بھی غالباً بچے، عورتیں، مرعیش،  
مسافریں، لونڈیاں اور غلام، مجانین اور کور چشم، لولے اور

بازارین ہوں اور محل ہوں -

سرسری طور سے معلوم ہوتا ہے کہ امام صاحب نے اپنی پہلی رائے سے رجوع کر لیا ہوگا، جب یہ دوسری تعریف اُس سے نقل کی گئی ہے، اگر ایسا ہے تو امام صاحب کی اُسی رائے پر فتوے دینے والے اور اُس تعریف کو امام صاحب کا فیصلہ کن قول کہتے والے (موسیٰ مذہبیان صاحب) لیکن خود اُس قول کے خلاف پالن پور جی جگہ میں جمعہ قائم کرنے والے یہاں سے ظاہر مذہب والی تعریف کی خرابی محسوس کر لیں، کیونکہ امام صاحب نے خود اس کی خرابی محسوس کر لی اور تعریف بدلدی ہے۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ ظاہر مذہب کی روایت میں اور اس میں کوئی فرق نہیں ہے، جو شخص بھی امام صاحب کے زمانہ کے حالات سے واقف ہے اس کو ہمارے اس بیان میں کیا شک ہو سکتا ہے؟ کیونکہ اُس وقت اپنے شہر کہیں شاہ زادوں اور یہی ہوا کرتے تھے جس میں باقاعدہ بازار ہوں نور محلے محلے الگ الگ آباد ہوں اور اگر ایسا شہر کوئی ہوتا بھی تھا تو وہ وہی شہر ہوتا تھا کہ جس میں بادشاہ خود رہتا تھا یا اُس کے قائم مقام قاضی رہا کرتے تھے، پس امام صاحب نے جو کچھ پہلے فرمایا تھا وہ دوبارہ بھی فرمایا، صرف الفاظ بدل دیے ہیں

امر کو روزانہ کون شمار کر سکتا ہے، لیکن اگر مہلک ہوتی  
 وہی ہے کہ جو عبادت کے معلوم ہو نہ ہو تو آج کل بہت  
 سہولیت ہے ہر روز شام کو فوجی ویدائش کے سہولت  
 سے باسانی پتہ لگ سکتا ہے، مگر غور تو کرو کہ کیا ہر جمعہ  
 ایسی فضل باتوں پر مجبور کر سکتی ہے؟ گویا جمعہ کی ہزاروں  
 ایک جیل ہو گیا! یعنی اگر کسی روز کوئی نہ ہر ایک کوئی کسی  
 ہوا بس جمعہ (اس روز) وہاں فرض نہیں ہے۔ لیکن دوسرے  
 روز یہ ہو گیا تو پھر جمعہ فرض ہو گیا! تعریف ہر ایک کر سکتا  
 میں بھی کہہ سکتا ہوں کہ منہ پر وہ جگہ ہے کہ جہاں وہ روزانہ  
 ہر رات کو رات بھر جاگتا رہتا ہے، مگر یہ اصل اس کی  
 ہو گا؟ گویا کہ جمعہ نہ ہوا ایک، ہاں ٹھیک ٹھیک کہانی ہوئی، یا شاید  
 ہے جس کو تلاش کر رہی، شب بیداری کی تلاش میں نہ پہنچا  
 کہ اس حیلہ سے شب بیداری اور عبادت بھٹی ہے، مگر  
 جمعہ کو اس طرح تلاش کرنے سے تفصیل وقت اور ثواب  
 محرومی کے علاوہ ترک جمعہ کا مواخذہ اور گناہ الگ ہی مجھ کو  
 باوجود تلاش کے ان کا نام نہ معلوم ہو سکا جس کا افسوس  
 ہر نوع ہر صورت میں یہ تعریف، شرعی قبا حقون کا باعث ہی



مضحکہ انگیز ہے اور ناقابل توجہ بھی! قائل کا اسم گرامی معلوم نہیں ہے  
 ورنہ ان کے زمانہ کی مشکلات کا بھی اندازہ ہوتا، گرد و پیش کے  
 حالات کا جو اثر اس تعریف پر ہوتا وہ بھی کھل جاتا۔ مگر قرینہ سے  
 ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کمتر العباد والے نے جان بوجھ کر نام  
 نہیں لکھا، کیونکہ گفتگو میں کچھ وزن نہیں ہے۔ پھر شروع ہماری  
 ضروریات اس تعریف سے حل نہیں ہوتی ہیں چاہے زمانہ  
 سابق میں یہ تعریف کیسی ہی فائدہ بخش رہی ہو۔

فی الحال آٹھ قسم کی تعریفات شہر آپ کے سامنے ہیں،  
 قطع نظر اس کے کہ ہم نے ان کے ذیل میں کیا لکھا ہے آپ  
 جو سمجھیں ہو اس بنا پر بتاؤ کہ ہم ہندوستان کے طول و عرض  
 میں نماز جمعہ پڑھنے کیسے کس تعریف پر بھروسہ کریں، جواب  
 یقیناً نفی میں ہوگا۔ کیونکہ کوئی تعریف ان میں سے بیان کے  
 حالات کے موزون نہیں ہے۔ مجبوراً یہاں کے نامور علماء کو  
 فراہم پر ایک نظر دوڑانا ہوگا۔ ہمارے پاس زائد کتابیں  
 اس مطلب کے لئے نہیں ہیں مگر جو دو چار پیش نظر ہیں ان میں سے  
 ہم آپ کی بھی ضیافت کرتے ہیں۔ لیکن خوب یاد رکھئے کہ دور  
 حاضر کے علماء نے کتابیں تالیف کرتے وقت اس اسم ضرور

(۸) اٹھویں تعریف گنہگار العباد میں ہے کہ ایک فقیہ کے نزدیک ہر  
کی تعریف یہ ہے کہ،

دو شہر وہ جگہ ہے کہ جہاں ہر آدمی کی شمار کی معلوم ہی نہ ہو سکے  
بغیر انتہائی تکلیف اور بے پایاں مشقت کے۔

آج وہ دور ہے کہ ہر مشکل بات آسان ہے اور ہر سوین  
برس محکمہ عدد و شمار کی بدولت یہ بات ہم کو معلوم  
ہو جاتی ہے، سندوستان کے بڑے سے بڑے شہر کی مردم  
شمار کی کچھ مشکل نہیں ہے اور یہی حال پوری دنیا کا ہے۔ اور  
پھر لطف یہ ہے کہ نہ تو بے پایاں مشقت ہوتی ہے اور نہ بے انتہا  
تکلیف۔ بلکہ صرف چند منٹ کے اندر پورا سندوستان گن لیا  
جاتا ہے، تو پھر کیا بمبئی اور کلکتہ میں، دہلی اور لکھنؤ میں، احمد آباد  
اور بنارس میں بھی حجم فرض نہ ہوگا؟ کیونکہ ان شہروں کی  
مردم شماری میں بھی چند منٹ سے زیادہ نہیں لگتے ہیں، اور  
بے پایاں مشقت کا تو نام بھی نہیں آتا ہے۔ لیکن اگر مطلب  
یہ ہے کہ کوئی انفرادی حیثیت سے گنا پھرے تو بیشک تکلیف کا  
باحث ہے، مگر دونوں صورتوں میں اس بات کا کیا وزن ہے؟  
میں تو کہتا ہوں کہ یہ قول اپنے ماسبق اقوال سے بھی اشد

کہ یا اللہ یہ شہر کی تعریف کیا کوئی معجون مرکب ہے، سرسری طور پر آپ کو ہمارے مولانا کی تعریف میں تین باتیں زائد نمایاں نظر آئیں گی،

(۱) یہ کہ گلی اور کوچے متعدد ہوں۔ اور بازاریں بھی ہوں، پس اس کے متعلق بہت کچھ لکھا جا چکا ہے، وہاں دیکھو۔

(۲) یہ کہ وہاں پر حاکم دبدبہ و سطوت کا ہوا وغیرہ وغیرہ، پس یہ بھی اب کسی تشریح کا محتاج نہیں ہے، خوب لکھا جا چکا ہے،

(۳) البتہ یہ جدت مولانا کی لائقِ داد ہے اور وہ یہ کہ اس جگہ کا ضاح ناچگتہ ہوتا ہے، اور وہی ہے اور اس ضلع یا پربت میں بہت سے

دیہات بھی گتے ہوں، میں آپ کی دانائی کے صدقہ ذرا ارشاد ہوا کہ پگتہ اور ضلع سے کیا مطلب ہے؟ اگر وہی مطلب ہے جو غیرت

کی ابتدائی کتب میں لکھا ہوا ہوتا ہے تو پورے عوبہ اجمیر میں دو چار جگہ جمعہ فرض ہوگا؟ ہم کو اتنا موقع نہیں ہے کہ ایسے فضول مباحث

میں پڑیں ورنہ دو چار روز کی کاوش کے بعد ایک فہرست ایسی شائع کر دیتے کہ ہمارے مولانا کی رائے پر ہندوستان بھر میں

صرف اتنے مقام پر جمعہ فرض ہے! بیچارے بھلا تو جہلا، علماء بھی خلاف ورزی نہ کرتے، لیکن اگر کوئی اور مطلب ہے اس کے سمجھو

نظر انداز کر دیا ہے اور سابق کی ذکر کردہ تعریفات ذکر کر دی ہیں  
نہ اُن پر کچھ نوٹ لکھا نہ عیوب گنوائے نہ محاسن بیان کئے بلکہ  
محض الفاظ نقل کر دیئے ہیں۔

دہانویں تعریف۔ حضرت قاری ثناء اللہ پانی پتی کتاب مالا بدستہ  
فارسی میں تحریر فرماتے ہیں کہ۔

”مصر یعنی وہ ایسا شہر ہے کہ جس میں حاکم اور قاضی ہوں۔“

امید کے خلاف وہی نکلا کہ جس کو ہم نے نمبر ۱ پر لکھا ہے ظاہر  
مذہب کی روایت بالکل مختصر کر دی ہے، ہم کو اس تعریف کے  
متعلق جو کچھ لکھا تھا وہ ہم نے اپنی ایک کتاب میں شروعتاً ہوتا ہے دیکھو  
(۱) دسویں تعریف۔ جناب مولانا مولوی امجد عفیصا صاحب اعظم لکھنؤ

اپنی کتاب بہار شریعت میں تحریر فرماتے ہیں کہ

”مصر یعنی شہر، وہ جگہ ہے کہ جس میں متعدد کوپے اور بازار ہوں  
اور وہ ضلع یا پرگنہ ہو، کہ اُس کے متعلق دیہات گئے ہوتے ہوں  
اور وہاں کوئی حاکم ہو کہ اپنے دیدہ و سطوت کے سبب مظلوم  
کا انصاف ظالم سے لے سکے۔ یعنی انصاف پر قدرت کافی ہو  
اگرچہ نا انصافی کرتا اور بدلہ نہ لیتا ہو۔“

شہر کی یہ تعریف آپ پڑھیں گے تو حیران و ششدر رہ جائیں گے۔



جر، مجمع پران کے اکٹھے ہونے کے وقت  
قریب کا لفظ بولا جاسکے۔ وہاں مجمع  
واجب ہے۔ سو آؤ بیٹوں یا اس کے  
زائد +

ہیں بر جمع کہ براجماع ایشان  
اسم قریب توان اطلاق نمود  
جمعہ واجب است۔ صد کہ  
باشند باز یادہ۔

ہیں غور کرو کہ مولانا کی عبارت سے کتنے مقامات ہیں جو فرضیت  
جمعہ سے باہر ہوئے جاتے ہیں، درانحالیکہ محققین حنفیہ کے  
نزویک وہاں جمعہ فرض ہے، اصل یہ ہے کہ تہیتی گوہر مولانا  
کی تالیف نہیں ہے، جیسا کہ حاشیہ قدیمیہ میں مصرح ہے اس واسطے  
اس میں زائد لغزشات ہیں اور کچھ امور کے جوابات مولانا  
آمداد الفتاویٰ میں شاید تحریر بھی فرمائے ہیں، مگر مجھ کو دوقیہ  
کہ مولانا کی رائے بھی یہی ہے، اس واسطے اگر مخالف رائے کے  
ہوتا تو دوسرے ایڈیشنوں میں اس کی تصحیح ضرور فرماتے۔ بہر نوع  
ان بیان کردہ حکموں کے علاوہ بھی جمعہ فرض ہے۔

(۲) بارہویں تعریف۔ مولیٰ المحقق، استاد الہند حضرت ملا نظام  
بن ملا قطب شہید فرنگی محلی لکھنوی اپنی بعض تحریرات میں لکھتے ہیں  
کہ ”مصرودہ مقام یا جگہ ہے کہ جہاں انسان کی ضروریات روزانہ  
پوری ہو سکیں، یعنی کھانے پینے کا سامان اور کپڑے وغیرہ ہوں

ہم قاصرین، کیونکہ ضلع اور ریگنہ کا کوئی مفہوم شریعت میں تو بیان  
حضرت شارع سے متعین نہیں ہوا ہے، قطع نظر اس کو یہ تینوں  
امور تو کہیں ہندوستان بھر میں ایک جگہ پر بھی جمع نہیں ہیں، نتیجہ  
یہ ہے کہ ہندوستان میں جمعہ فرض ہی نہیں ہے یا اور ایسی لایعنی  
شے کا کوئی قائل نہیں ہے !

(۱۱) گیا رھوین تعریف، حکیم الامتہ مولانا شرف علی صاحب دہلی گور  
میں فرماتے ہیں کہ،

”مصر یعنی شہر یا قصبہ، پس گاؤں میں یا جنگل میں نماز جمعہ درست  
نہیں، البتہ جس گاؤں کی آبادی قصبہ کے برابر ہو مثلاً تین چار ہزار  
آدمی ہوں وہاں جمعہ درست ہے“ (شامی جلد اول معہ اضافہ)

ناظرین رسالہ ہذا کو معلوم ہونا چاہئے کہ یہ کوئی شہر کی تعریف  
نہیں ہے، بلکہ شامی کے حوالہ سے ایک سلسلہ نقل کر کے کچھ الفاظ  
اضافہ فرمائے ہیں جو سراسر متناقض ہیں اور مشکلات کو حل

کرنے والے نہیں ہیں بلکہ مشکلات پیدا کرنے والے ہیں۔ بیان  
کی ہوئی باتیں دہرانے کی ضرورت نہیں ہے، مولانا نے تحریر فرمایا،  
کہ پس گاؤں میں جمعہ درست نہیں، ”معلوم نہیں کہاں تک درست“

کیونکہ شاہ صاحب نے تحریر فرمایا ہے کہ،

میں ذیل کی عبارت لکھی ہے، کہ

وحفزة بحر العلوم مولانا عبد العلی

در آستان تحریر کے نمایندہ کہ نزد

والدینز گوار مایعے ملا نظام الدین

قدس سرہ مصر عبارت از

موضعی است کہ در آن حواج

ضروریہ انسان روا باشد یعنی

ہمہ جہات۔ مثلاً: آب و کھانا، کپڑا، مکان،

مے شہدہ، با شہدہ ہمہ در آنجا

اہل حرفہ کہ حاجت طلبانہ اکثر

مے افتد باشند۔

اور حفزة بحر العلوم عبد العلی رسالہ ارکان

میں لکھتے ہیں کہ ہمارے والدینز گوار ملا

نظام الدین کے نزدیک مصر نام ہے

ایسی جگہ کا جہاں انسان کی ضروری

حاجت پوری ہوں لیجئے وہاں خرید و

فروخت کھانے اور پہننے کی چیزوں کی

پوری ہو۔ رہاں، خبر، مکان، کپڑا،

پیدا ہوں کہ ان کی حاجت متاثر نہ ہو۔

ہے۔ (مثلاً: روزی، لوہار، وغیرہ)

.....

حاشیہ: بحث جیسا کہ آپ پڑھ چکے ہیں مصر کی بارہ تعریفیں

ہم نے نقل کی ہیں، گو بیسیوں تعریفات نظر کے سامنے ہیں

مگر توجہ کے قابل جو تعین اور تحقیقات کا پنجوڑ چوتھا وہ یہاں درج

کیا گیا ہے، ان کثیر تعریفات نے اور اس شدید اختلاف نے

ذیل کے امور خوب واضح کر دیئے ہیں۔

(۱) جمعہ کی نماز کے لئے مصر جو شرط امام ابو حنیفہ کے نزدیک

وہاں فروخت ہونے لہوں۔

کتنے سادہ لوح جامع و مانع ہیں جھگل اور ویرانے اور خمیوں اور  
اُن بھونٹی آبادیوں کے علاوہ کہ جس کو ہندوستان میں پورہ کہتے  
ہیں، کوئی ایسی جگہ نہیں جو اس تعریف سے باہر نکل جاوے  
گویا کہ تمام مشکلات کا حل ہے کیونکہ نہ ہو تعریف کی نسبت بھی تو اس

ذات سے ہے کہ جو پورے مشرق میں باعتبار علم کے ممتاز تھا،  
میرزا یحییٰ کو قضاۃ یاروم اور کتبہ مرارف اسی لئے تو بنایا تھا  
اسی نہ علماء سے پوچھنے کی ضرورت ہے اور نہ جانچ پر تال کر نیکی  
حاجت، گنوار تک جان سکتے ہیں کہ ہماری آبادی شہر ہے یا نہیں  
آج تک علماء فرنگی محل کا بھروسہ اسی تعریف پر ہے بحر العلوم  
عبدالعلیٰ نے جب رسائل ارکان کے نام سے فقہ کی کتاب لکھی تو  
اس تعریف کو تحریر فرمایا اور اس کے ذیل میں تحریر فرمایا کہ مجھ کو  
معلوم نہ ہو سکا کہ یہ تعریف کہیں مذکور بھی ہے یا حضرة والا کی خود ذات  
راے ہے لیکن میں کہتا ہوں کہ ہندوستان کی حالت کے موافق  
ایسے الفاظ کہاں ملین گے؟

حضرة فخر المتاخرین مولانا عبدالحی نے ایک فتوے کے جواب

کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو شہر کی تعریف میں اختلاف کی کوئی وجہ نہ تھی بلکہ اس وقت تو شہر متعارف عند الناس ہو جاتا۔ اور صرف اس قدر کہنا کافی ہو جاتا کہ باب الجمعہ میں شہر سے مراد شہر عرفی ہی (۵) جمعہ کی نماز جنکون اور خمیوں (عارضی آبادیان اور کمپ) ویران اور پورہ کے علاوہ ہر جگہ پڑھنا فرض ہے۔ اور اس کے علاوہ جو آبادیان ہیں وہ سب شہر ہی کہلائیں گی، پس تعریف ایسی ہی ہونا چاہئے کہ جس میں یہ مقامات نہ داخل ہو سکیں، امدان کے علاوہ دنیا کا ہر مقام داخل ہو جاوے۔

(۶) جو لوگ بھی تقیث کریں گے اُن پر حقیقت خود بخود روشن ہو جائے گی کہ باب الجمعہ میں شہر کا اطلاق ہر اُس آبادی پر ہے جو پورہ نہ ہو، اور وہاں جمعہ پڑھنا فرض ہے، شہر اور اس کے بعد قصبہ، پھر گاؤں، پھر دیہ، یہ وہ علی قدر اہم مراتب ہیں جو عرف نے وضع کر لئے ہیں، سرور کائنات کا طرز عمل اور صحابہ کا طریقہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ باب الجمعہ میں دیہ یعنی پورہ کے علاوہ جو آبادی بھی ہے وہ شہر ہی ہے، اسی واسطے تو حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے موطاء کی شرح میں اس امر کو واضح فرما دیا ہے کہ،

وہ تو درست ہے اور حدیث حضرت علیؑ سے ثابت ہے، \* تو پھر وہ  
 بس اور کافی محقق فقہاء و علماء اس سے گریز اور اختلاف نہ کرتے۔  
 (۲) مصر شہر غنی کی تعریفات میں سے یہ حالات کے مقتضی ہوئی  
 پر فتویٰ دینا جائز ہے، ہر ایک پر فتویٰ دینا جائز نہیں ہے، کیونکہ  
 ہر زمانہ میں تعریفات بدلنے کا گریہ ہے کہ سابق کی تعریفیں اس  
 کے حالات کے موافق نہیں رہی تھیں

(۳) ہر زمانہ میں تعریف بدلے گی (حسب ضرورت) کیونکہ تعریف  
 شخصی رائے ہے، اور احکام شرع شخصی رائے کے ماتحت  
 نہیں ہو سکتے، البتہ شخصی رائے کو احکام شرع کے ماتحت  
 رہنا پڑیگا! پس جب شخصی رائے خلاف احکام شرع ہو جائے  
 فوراً رائے پلٹ دو، اور اسی سے شہر کی تعریفات ہر زمانہ میں  
 بدلیں، مثلاً ظاہر مذہب میں جو تعریف شہر کی بیان ہوئی  
 محقق جب احکام شرع کے ماتحت نہ رہی اور تصریحات کے مخالف  
 ہو گئی تو علماء نے فوراً بدل دی۔

(۴) تعریف شہر شرعی کے متعلق یہ خیال کرنا کہ جو مقام عرفاً  
 یا جغرافیہ میں شہر ہو، باب الحجۃ میں اسی کو شہر کہیں گے  
 سراسر غلطی ہے اور تفصیلات احکام جمعہ سے ناواقف ہی

اس کی تعریف قرآن حدیث صحاح و فقہاء میں ہے ہر ایک پر فتویٰ دینا جائز نہیں ہے، کیونکہ

واما قریباً یا شہر پس شہر جمعہ است  
بجہ آنکہ در زمان آنحضرت صلعم  
در بدو جمعہ نمی بود -

اور لیکن گاؤں یا شہر (عرفی) پس جمعہ کیلئے شرط  
اس واسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے  
زمانہ میں جنگوں میں جمعہ نہیں (پڑھا گیا) تھا

اور جو ہدایہ اور جامع الرموز وغیرہ کتب میں بیان فرمایا گیا ہے  
کہ قرنیٰ میں جمعہ جائز نہیں ہے، احناف کے مسلک پر اس سے وہ قریہ  
مراد ہے کہ جس کو پورہ کہتے ہیں، اقصیہ یا گاؤں سرگز نہیں مراد ہے  
فتاویٰ مولانا عبدالحیٰ مین اس کی تصریح کر دی گئی ہے۔  
علاوہ برین فقہا کی عبارت بھی اس امر پر شاہد ہے کہ شہر شرعی کا  
اطلاق پورہ کے علاوہ ہر آبادی پر ہے، جس کو آنھوں نے  
مختلف کتب میں درج کیا ہے۔ جیسے کہ جامع الرموز میں ہے کہ

و تقع فرضاً فی القصبات  
والقری الکبیرۃ المتی  
فیہا اسواق -

اور فرض ہے جمعہ (عرفی) قصبات اور بڑے  
گاؤں میں کہ جہاں بازار ہوں۔

پس یہ چیز واضح ہو گئی ہے کہ جمعہ کی نماز سوائے پورہ کے اور کبھی  
پڑھی جائے گی، چاہے وہ جگہ گاؤں ہو یا قصبہ یا شہر، کیونکہ  
یہ سب مقامات باب الجمعہ میں شہر ہیں اور کیسے اس کے خلاف  
ممکن ہے، جبکہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے خود جمعہ

پس جس مجمع پر ان کے اکٹھا ہونے کو وقت  
قریب کا لفظ بولا جائے ان پر جمعہ واجب  
سو آدمی ہوں یا اس سے زائد ہوں اور بعض  
احادیث میں ان لوگوں کی کم تعداد چار  
آئی کہ جو عاقل، بالغ اور آزاد ہوں۔

اسی کتاب میں ایک جگہ پر تحریر فرمایا ہے کہ ہم کو سرور کائنات  
اور آپ کے متبعین کا طرز عمل اس بارہ میں دیکھنا ہو گا کیونکہ  
نماز جمعہ ایسی چیز ہے کہ قبل شریعت محمدیہ کے کسی مفہوم کے لئے بولا  
نہیں گیا ہے، پھر تحریر فرمایا کہ،  
پس نماز جمعہ کی دو رکعت، ظہر کے وقت میں  
مسلمانوں کی بڑی جماعت کے ساتھ  
گاؤں میں ہو یا شہر میں۔ لیکن  
اکٹھا ہو۔

پس جسے کہ بر اجتماع ایشان  
اسم قریہ تو ان اطلاق نمود  
جمعہ واجب است، صدکن باشند  
یا زیادہ، و در بعض احادیث اقل  
ان پنجاہ کس مرد، عاقل بالغ اند  
اسی کتاب میں ایک جگہ پر تحریر فرمایا ہے کہ ہم کو سرور کائنات  
اور آپ کے متبعین کا طرز عمل اس بارہ میں دیکھنا ہو گا کیونکہ  
نماز جمعہ ایسی چیز ہے کہ قبل شریعت محمدیہ کے کسی مفہوم کے لئے بولا  
نہیں گیا ہے، پھر تحریر فرمایا کہ،  
پس نماز جمعہ کی دو رکعت، ظہر کے وقت میں  
مسلمانوں کی بڑی جماعت کے ساتھ  
گاؤں میں ہو یا شہر میں۔ لیکن  
اکٹھا ہو۔

یہاں گاؤں اور شہر کے جو الفاظ آئے ہیں ان سے عرفی  
گاؤں اور شہر مراد ہیں، لیکن اگر پھر بھی تسکین نہ ہوئی ہو کہ  
شہر یا یہاں سمجھ میں گاؤں اور قصبہ سب پر گولا جاویگا تو اور ملاحظہ ہو  
تحریر فرمائی ہے۔



ایک صاحب کی رائے ہے کہ وہ ایسی جگہ ہے کہ جہاں شہر کی آواز سنائی دیتی ہو، مگر دوسرے فقیہ فرماتے ہیں کہ آواز سنائی دینا کچھ ضروری نہیں ہے بلکہ وہاں شہر کی اذان سنائی دیتی ہو۔ لیکن شہر بلائی نے تحفہ اعیان میں بیان فرمایا ہے کہ یہ باتیں کچھ ضروری نہیں ہیں، کیونکہ ہر شہر شہری کے گرد ایسے مقام کا ہونا ضروری نہیں ہے، اس واسطے عام تعریف کر دینا چاہیے اور عام تعریف کے الفاظ یہ ہیں -

”فتاویٰ مصر وہ جگہ ہے جو شہر سے بہت قریب ہو، وہاں لشکر جمع ہو تا ہو یا رہتا ہو، تیراندازی یا بندوق کی نشاندہ بازی وہاں ہوتی ہو (آج کل کی اصطلاح میں چاند ماری کا میدان) گھوڑ دوڑ (شرعی) وہاں ہوتی ہو، قبرستان کے کام میں وہ جگہ لائی جاتی ہو، جیسا کہ اکثر جگہ اس کام کیلئے شہر کے باہر اور بالکل متصل ایسا مقام ہوتا ہے، نماز جنازہ کیلئے اس مقام کو متعین کیا گیا ہو اور اس بطرح کے دوسرے کاموں میں کام آنے والی جگہ کا نام فتاویٰ مصر ہے اور یہ ایسے الفاظ ہیں کہ جن سے ہر ایک قف ہے، ہر شہر شرعی کے گرد ایسے مقام کا ہونا ضروری نہیں لیکن آبل ہم بعض بڑے شہروں میں اس کا نام کنٹونمنٹ یا چھاونی یا

نماز قبا میں پڑھی اور وہ بھی پہلا جمعہ اور اس کے بعد ہمیشہ وہاں جمعہ ہوا، کیونکہ حکم دیا گیا کہ قبا والو مدینہ رسول میں اگر جمعہ پڑھو، کیونکہ یہ گاؤں ہے اور گاؤں میں جمعہ فرض نہیں ہے۔

(۷) ملا نظام الدین کی تعریف کو جو شخص غائر نظر سے پڑھے گا وہ اس امر کا اعتراف کریگا کہ یہ تعریف انھیں مذکورہ بالا خیالات کو پیش نظر رکھ کر کی گئی ہے اور جب تک اس پر کوئی صریحی اعتراض نہ پڑے عمل کرنا مستحکم ہے کیونکہ اس پر عمل کرنے کے بعد کوئی شخص اس امر میں متروک نہیں ہو سکتا کہ اس کا گاؤں شہر شرعی ہے یا نہیں۔

پس اب یہ بحث ختم کی جاتی ہے کہ اب بحمد اللہ شہر شرعی کا مفہوم خوب خوب واضح ہو گیا ہے، لیکن اس کے بعد بھی جو نہ سمجھیں یا نہ سمجھنے کی کوشش کریں تو اس کے ذمہ دار وہ خود ہیں۔ ۷

بر رسولان بلاغ باشد و بس

**فنا کے مصر** فقہاء کی تصریحات کی بنا پر فنا، مصر بھی دوسری جگہ ہے کہ جہاں شہر کے علاوہ نماز جمعہ فرض ہے، اور اس کی تفصیل میں بھی مختلف الفاظ نقل ہیں بعض کہتے ہیں کہ وہ ایسی جگہ ہے جو شہر کا ایک میل ہو اور بعض کے نزدیک دو میل ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ تین فرسخ ہونا چاہئے، لیکن بعض لوگ دو ہی فرسخ بتاتے ہیں۔

لیکن اب ایک دوسری بات پیدا ہوئی کہ پڑھنا چاہئے گا کیا مطلب ہے  
ایک پڑھنا واجب ہے؟ یا مستحسن اور مندوب ہے۔ پس مقدسی فرماتے  
ہیں کہ اگر محض وہم ہو تو مستحسن ہے اور اگر شہرت میں شہ پڑ جائے  
تو پھر یہ چار رکعتیں واجب ہو جائیں گی۔ لیکن شامی یہ تمام بحث لکھ  
ڈالنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں جو ملاحظہ کے قابل ہے، کہ

”ہم نے یہ بحث بہت طول و کسر اس وجہ سے بیان کی ہے کہ غما  
کے قول کا کہیں بڑا اثر نہ پڑے جو اُس نے بحر الرائق سے نقل کیا ہے  
کہ احتیاط ظہر نہ پڑھنا چاہئے، کیونکہ ہم کہتے ہیں کہ بھلا اور عوام کو  
حکم ہی نہ دو جو جمعہ کی عدم فرغیت کا اعتقاد ان کے دل میں  
پیدا ہو، بلکہ خاص لوگوں کو حکم دیا جائے کہ وہ احتیاط ظہر پڑھیں  
اور اگر ان کے اس فعل سے عوام کے عقیدے میں فرق نہ کیا  
خیال ہو تو پھر پھپکا کر گھروں میں احتیاط ظہر ادا کریں، اور حق تعالیٰ  
بہتر جانتا ہے۔“

اور ستمی صغیرین لکھا ہے کہ ”مصر کی تعریف میں اختلاف پیدا  
ہو جانے کی وجہ سے فقہائے فرمایا ہے کہ اب ہر جگہ جمعہ کے  
جواز میں شبہ پڑ گیا ہے اس لئے چار رکعت اس نیت سے  
پڑھنا چاہئے کہ یہ وہ نماز ہے کہ جس کا وقت ہم کو ملا اور ہمارا ذمہ

پڑا رکھ سکتے ہیں :-

:- احتیاطِ ظہر کا مسئلہ :-

اس جگہ پر ایک اہم بحث چھڑ جاتی ہے کہ جمعہ کی نماز کے بعد فرضِ ظہر کی چار رکعتیں ادا کرنا چاہئے یا نہیں ہیں دو خیال متاخرین علماء میں پیدا ہو گئے ہیں، اصل میں یہ سوال اس جگہ سے اٹھتا ہے کہ جبکہ مصر کی تعریفات میں فقہائے کرام کا شدید اختلاف ہو گیا ہے تو انھیں مختلفین کے نزدیک شہریت ہر جگہ میں یہاں تک کہ بمبئی اور کھلکتہ میں بھی (بریں عقل و دانش بیاید گریست) مشتبہ ہوئی اور صحیح طور سے یہ پتہ نہیں لگ سکتا ہے کہ کون شہر ہے کون جگہ شہر نہیں ہے، پس ایک عظیم الشان گروہ فقہاء کا اس بات کی حمایت پر کھڑا ہو گیا کہ احتیاطاً چار رکعت فرضِ ظہر کے نام سے بعد نمازِ جمعہ کے ضرور پڑھیں جاوین ان سب کی عبارتیں تو کوئی کہاں تک نقل کرے گا، البتہ ایک اجمالی فہرست تو سن لیجئے مصنفِ بدائع - شارحِ منیۃ المصلی - مؤلف جوامع الفقہ - تہر الفائق محیط - قینہ - کافی - مظہر - شرح باقانی، یہ وہ لوگ یا وہ کتابیں ہیں کہ جس میں یہ بحث بہت زور و زور سے کی گئی ہے، مگر حاصل ان سب یہی ہے کہ چار رکعت بعد نمازِ جمعہ بہ نسبت احتیاطِ ظہر ادا ہونا چاہئے

چاہئین، کیونکہ اس سے ہرج شرعی واقع ہوتے ہیں،  
 دیکھو در مختار فی اسامی کی تائید میں بحر الرائق سے علامہ زین العابدین  
 مصری کی حسب ذیل عبارت نقل کی ہے۔

”میں نے سیکڑوں مرتبہ فتویٰ دیا۔ یہ کہ جمعہ کے بعد  
 چار رکعت ظہر کی نہایت سے پانچ تک نہیں پڑھیں گے۔ میرے گھر میں  
 عوام کا عقیدہ، عدم فرضیت جمعہ کا قائم ہوگا۔ اور مقتضی  
 احتیاط ہمارے زمانہ میں یہی ہے، لیکن جو جمعہ شبہات  
 بری ہے وہ بھی چرا کر ظہر میں احتیاط ظہر ادا کرے۔“  
 ”مزید احتیاط کا باعث ہے اس کا مثل ہے وہ جبکو  
 علامہ حنشر بن دانی نے تحریر فرمایا ہے،

فقیر محمد رفعت اللہ کہتا ہے کہ احتیاط ظہر پڑھنا دو وجوہوں  
 جائز نہیں،

(۱) مفسدہ پیدا ہونے کا خوف ہے کہ لوگ عدم فرضیت  
 جمعہ کے قائل ہو جائیں گے، جیسا کہ محقق حنشر بن دانی نے تحریر  
 فرمایا ہے۔ کہ،

|                     |                                      |
|---------------------|--------------------------------------|
| ويفعل الا ربع مفسدة | اور چار رکعت احتیاط ظہر کے پڑھنے میں |
| اعتقاد الجھلة عدم   | نفاذ ہے عوام کے عقیدہ کا۔ یعنی       |

مفسدہ پیدا ہونے کا خوف ہے کہ لوگ عدم فرضیت جمعہ کے قائل ہو جائیں گے، جیسا کہ محقق حنشر بن دانی نے تحریر فرمایا ہے۔ کہ،

واجب الادا ہے۔“

یہاں پر ایک اعتراض یہ پیدا ہوا کہ چار رکعت ضرور پڑھی جاوے گی، مگر کس طرح؟ کیا چاروں رکعتوں میں سورہ ملائی جاوے گی، حالانکہ فرض نمازوں کی دو رکعتیں خالی پڑھی جاتی ہیں اور دوسری بات یہ ہے کہ اگر جمعہ ہو گیا تو ان چار رکعتوں کا کیا حکم ہوگا؟ اس کا جواب حسب ذیل الفاظ میں تسکلی سے نقل کیا جاتا ہے کہ،

”چاروں رکعتوں میں سورہ فاتحہ کے بعد ضم سورہ ضروری ہوگا کیونکہ اگر جمعہ ادا ہو گیا تو یہ نماز نفل ہوگی اور نوافل میں سورہ پڑھنا فرض ہے اور اگر جمعہ ادا نہ ہوگا تو یہ نماز ظہر کا فرض ہوگی اور اس میں سورہ کا ملانا کچھ نقصان نہ کرے گا کیونکہ اگر تاخیر رکوع یعنی رکوع میں تاخیر ہوگی اور تاخیر رکوع مستوجب ہے سجدہ سہو کو اور سجدہ سہو نہ کرنے کی صورت میں، اعادہ نماز واجب ہے۔ ۱۲ اور عالمگیری میں بھی انہیں الفاظ کی تائید کی گئی ہے۔“

دوسرا گروہ عوام فقہاء کے علاوہ محققین فقہاء کا ہے وہ اس کا قائل ہے کہ یہ چار رکعتیں کسی طرح نہ ادا کرنا

پڑھنے والوں کا جمعہ ادا بھی ہوتا ہے یا نہیں۔ پس اس کا جواب  
ہم مرا فی الفلاح سے نقل کرتے ہیں۔

وعلی القول الضعیف  
المافق من جواز التعدد  
قل بصلاة اربع بعدھا  
بنیة اخر ظهر علیہ  
الاحتیاط فی فعلھا۔ لان  
الاحتیاط هو العمل با  
قوی الدلیلین واقواہما  
اطلاق جواز تعدد الجمعة  
پس اس تصریح کی بنا پر اس وجہ سے بھی احتیاط ظہر پڑھنا  
جائز نہیں رہا۔ لیکن فتویٰ احتیاط ظہر کا دینے والے علما اس  
امر کا خیال نہیں کرتے ہیں بلکہ شامی وغیرہ کتب میں احتیاط  
ظہر کا مضمون پڑھ کر اس کا فتوے تحریر فرما دیتے ہیں۔ مگر  
فی الواقع جہاں تک محققین مذکورین کی نظر فقہانیت پہنچی ہے  
اس تک بیچارے شامی وغیرہ پہنچ ہی نہ سکے۔ زمانہ حال کے  
جن علما بریائین کو اللہ نے بصیرت و فقاہت عطا فرمائی ہے

ضعیف قول پر بنا کر کے (جس کا مفاد یہ ہے  
کہ ایک شہر میں متعدد جگہ جمعہ پڑھنا جائز نہیں)  
یہ کہا گیا ہو کہ بعد جمعہ کے چار رکعت آخر ظہر کی  
نیت پڑھی جاوے۔ پس واقعہ میں (ان  
چار رکعتوں کے پڑھنے میں کوئی احتیاط  
نہیں ہو۔ کیونکہ احتیاط تو اس بات میں ہے  
کہ دو دلیلوں میں سے زائد قوی چھوڑ کر  
عمل کیا جائے اور دونوں میں سے قوی تر سے

کے مشہور و اعد میں تعدد جمعہ جائز ہے۔  
پس اس تصریح کی بنا پر اس وجہ سے بھی احتیاط ظہر پڑھنا  
جائز نہیں رہا۔ لیکن فتویٰ احتیاط ظہر کا دینے والے علما اس  
امر کا خیال نہیں کرتے ہیں بلکہ شامی وغیرہ کتب میں احتیاط  
ظہر کا مضمون پڑھ کر اس کا فتوے تحریر فرما دیتے ہیں۔ مگر  
فی الواقع جہاں تک محققین مذکورین کی نظر فقہانیت پہنچی ہے  
اس تک بیچارے شامی وغیرہ پہنچ ہی نہ سکے۔ زمانہ حال کے  
جن علما بریائین کو اللہ نے بصیرت و فقاہت عطا فرمائی ہے

## فرض الجمعة +

یہ کہ جمعہ فرض نہیں ہے۔

یہ بات عوام اور خواص دونوں میں پیدا ہوگی کہ وقت ظہر میں  
دو فرض ہیں۔ ایک نماز جمعہ اور دوسری نماز ظہر۔ اور اس  
خیال کا پیدا ہونا بھی قباحت کا باعث ہے، فی الواقع وقت  
ظہر میں جمعہ کے روز صرف نماز جمعہ فرض ہے اور احتیاط ظہر نہ واجب  
نہ مستحب و مندوب۔ پس کہتا ہوں کہ اس امر میں کوئی احتیاط  
ہرگز نہیں ہے کہ جمعہ کے بعد احتیاط ظہر پڑھی جاوے۔ بلکہ احتیاط  
اس امر میں ہے کہ یہ دیکھا جاوے کہ یہ چار رکعت کیوں پڑھی  
جاتی ہیں، پس کتب فقہ کے معائنہ سے معلوم ہوتا ہے کہ احتیاط  
ظہر کی حمایتی و گروہ ہیں۔ پہلا گروہ تو یہ کہتا ہے کہ چونکہ اختلاف  
تعریفات مصر نے شہریت کو مشتبه کر دیا ہے اس لئے  
احتیاط ظہر پڑھنا چاہئے۔ پس میں نے اس امر کی تردید ابھی  
(دو وجہوں) کر دی ہے۔ اب رہا دوسرا گروہ وہ اس وجہ سے  
احتیاط ظہر کا قائل ہے کہ شہر واحد میں تعدد جمعہ نہ ہونا چاہئے  
اور جبکہ ایک شہر میں متعدد جگہ جمعہ پڑھا جانے لگا تو اب اس کے  
ساتھ احتیاط ظہر کبھی پڑھی جائے۔ کیونکہ اس بات میں شبہ  
پیدا ہو گیا ہے کہ آیا شہر واحد میں متعدد مساجد میں جمعہ



امکن ہے تو خدا کے لئے تو خدا کے لئے کوئی بتائے کہ چلائے  
کیا قصور کیا ہے کہ وہ اپنے ذمہ سے فرض وقتی کو ساقط نہ کریں  
اور احتیاط ظہر نہ پڑھیں اور خواص نے کونسا تیر مارا ہے  
کہ وہ فرض وقتی سے مسکدوش ہو جائیں، صاحبو! یہ امر  
بتاتا ہے کہ احتیاط ظہر کا مسئلہ کچھ اہمیت نہیں رکھتا۔ کیونکہ اس کے  
متعلق علماء کے الفاظ بالکل اطمینان بخش نہیں ہیں!

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اب جبکہ مصر شرعی کی تشریف حضرت  
ملائم الدین کی آپ کے سامنے بیان ہو چکی جو شرعی مشکلات  
کا حل ہے تو دو امر ظاہر اور واضح ہو گئے۔ جمعہ کہاں پڑھنا  
چاہئے اور ظہر کہاں۔ یعنی یہ کہ جنگلون، خیموں، عارضی کمپ  
اور ویرانوں، پردوں میں نماز ظہر پڑھو اور ماوراء ان جگہوں کے  
بلا خوف و خطر اور بلا خوفِ لومۃ لائم نماز جمعہ قائم کرو اگر قائم  
نہ ہوں اور آزادی سے نماز جمعہ ادا کرو، احتیاط ظہر کی بالکل  
حاجت اصول شرعی سے نہیں ہے۔ والعلم عند اللہ  
نیت صلوٰۃ جمعہ | اندون ایک کتاب مفتاح الصلوٰۃ،  
نام کی نظر سے گزری، اس میں لکھا ہے کہ نماز جمعہ کی نیت  
میں حسب ذیل الفاظ پڑھنا از حد ضروری ہیں۔

وہ تو بڑھتے ہوئے فساد کو دیکھ کر بیان تک کہتے ہیں کہ خواص و عوام میں سے کوئی نہ پڑھے، نہ علانیہ پڑھے نہ گھروں میں چھپکر پڑھے۔

علاوہ برین جو لوگ احتیاطِ ظہر کے حمایتی بھی ہیں اُن کی عبارت میں بھی نظر ہے۔ اور زائد سے زائد ان سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ تقویٰ یہ ہے کہ احتیاطِ ظہر ادا کی جاوے۔ شامی کے منقولہ الفاظ اس امر کو بالبداهت ثابت کرتے ہیں، ورنہ عوام سے (احتیاطِ ظہر کے مسئلے کو) پوشیدہ رکھنا اور خواص کو حکم دینا کوئی معنی نہیں رکھتا ہے۔ فتوے عام اشاعت ہی کے لئے ہوتا ہے اور تقویٰ چھپانے کے لئے، پس اگر واقعی فتویٰ کی قابل یہ امر ہے تو ضرور اس کو شائع کیا جائے۔ ورنہ بیچارے عوام ایک حکم شرعی سے بے خبر رہیں۔ اور حکم بھی کیسا؟ تمام عمر جمعہ کی نماز پڑھا کریں اور اس کی ادائیگی میں مشتبہ ہو، لاعلمی کی وجہ سے اس کا تدارک نہ کر سکیں۔ میں کہتا ہوں کہ جب کسی نہ کسی وجہ سے شہریت مشتبہ ہو گئی یا یہ امر مشتبہ ہو گیا کہ آیا ہمارا پڑھا ہوا جمعہ فرض وقتی کو ذمہ سے ساقط کرتا یا نہیں اور اس کا تدارک بر بیان فقہاءِ ظہر کے پڑھ لینے سی

کر کتاب ہے۔ مذہب باخاف پر پھر کسی زبان کی خصوصیت نہیں

ایک شہر میں متعدد جگہ جمعہ | یہ بحث بھی ناواقف لوگوں  
کے سامنے ہمارے علماء پیش کیا کرتے ہیں، چونکہ فی الجملہ مصر  
یا شہر شرعی سے اس کو اک گوتہ تعلق ہے، اس لئے  
اس جگہ ہم اس کا مفصل ذکر بھی از حد ضروری اور متنا  
خیال کرتے ہیں، انشاء اللہ فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔ اس بارہ  
میں صاحب مذہب امام ابو حنیفہؒ قاضی ابو یوسف اور امام  
محمد وغیرہ سے مختلف روایتیں منقول ہیں، نیز امام صاحب  
دوسرے شاگردوں نے بھی اس بارہ میں کافی سے لے کر  
مواد جمع کر دیا ہے، بہر نوع صورت حال ذیل کی پانچ صورتوں  
میں محصور ہے۔

۱) شہر میں نماز جمعہ سوائے ایک جگہ کے متعدد جگہوں میں  
قطعاً درست نہیں ہے۔ یہ امام صاحب (امام ابو حنیفہؒ) کا  
ارشاد گرامی ہے۔ شیعہ نے نقایہ کی شرح میں  
لکھا ہے کہ جمعہ ایک مقام میں سوائے ایک جگہ کے امام  
صاحب کے نزدیک ہائے نہیں ہے۔ کیونکہ جمعہ تمام

”نیت کی مین نے نماز جمعہ کی جو فرض ظہر کو ساقط کرتی ہے۔ اور اگر یہ الفاظ نہ کہے گئے تو نماز جمعہ ادا ہی نہ ہوگی۔“

یہ خیال گذرا کہ ممکن ہے ایسی اور دوسری روزانہ شائع ہونے والی کتابوں میں کچھ اور ایسے ہی الفاظ ہوں اس لئے اس طرف توجہ کی گئی اور کتب معتبرہ کو دیکھا گیا تو مخالف متون و شروح اور فتاویٰ کے نکلا۔ صاحب درمختار نے جمعہ کے صحیح ہونے کیلئے سات شرطیں

اور جمعہ کے واجب ہونے کے لئے نو شرطیں ذکر کی ہیں، مگر اس شرط کا کسی نے تذکرہ بھی نہیں کیا ہے۔

نیت کا ذکر آیا تو جی چاہتا ہے کہ مین بھی لکھ دوں، تاکہ عوام مستفید ہوں۔

|                                   |                           |
|-----------------------------------|---------------------------|
| نیت کی مین سے تاکہ دو رکعت نماز   | نویت ان اھلی للہ تعالیٰ   |
| پڑھوں مین نماز جمعہ کی اس امام کے | س رکعتین صلوة الجمعة      |
| پیچھے، فرض اس وقت کا منہ میرا     | خلف هذا اکامافرض          |
| کعبہ شریف کی طرف                  | هذا الوقت متوجھا الى کعبۃ |
| ﷺ                                 | الکعبۃ الشریفة اذما کبر   |

اگر عربی مین یاد کر کے پڑھ لے تو توبہ ہے۔ لہذا نہ بھڑکنا نہ ہر زبان میں

کنارہ سے آتا ہوگا جس میں یقیناً زیادہ وقت صرف ہوگا اور یہ ان کی تکلیف کا باعث ہوگا۔ علاوہ برائین اُن کے کاموں میں بھی شدید حرج اور متعدد جگہ جمعہ ادا کرنے کے عدم جواز پر کوئی دلیل شرعی قائم نہیں ہوئی ہے، خصوصاً جبکہ شہر ٹرا ہو تو متعدد جگہ نماز ادا کیے نہ علامہ کمال نے پسندیدہ نظر سے دیکھا ہے۔

(۳) شہر بھر میں صرف دو جگہ نماز جمعہ درست ہے، بشرطیکہ اس میں کوئی نہر جاری ہو، جو شہر کو دو حصوں میں تقسیم کر دیتی ہو۔ جیسا کہ شمنی نے نقایہ کی شرح میں بیان کیا ہے کہ قاضی ابو یوسف کا صحیح مسلک یہی ہے کہ نماز جمعہ دو جگہ اُسی صورت میں درست ہوگی، جبکہ شہر ٹرا ہو اور اگر یہ نہ ہو تو کوئی نہر وسط شہر میں اس طرح بہتی ہو کہ شہر دو حصہ ہو جاوے جیسا کہ بغداد کو دریائے دجلہ نے اُس کو دو حصوں پر منقسم کر دیا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ جب سطح شہر میں نہر جاری ہوگی اور شہر دو حصوں پر منقسم ہوگا تو وہ شہر ایک شہر کب باقی رہے گا۔ بلکہ وہ تو حقیقتاً دو شہر ہو گئے۔ حکم میں ہو جائے گا، جیسا کہ شارح نقایہ نے اس کی تشریح کی ہے پس اس صورت میں بھی نماز جمعہ صرف ایک ہی جگہ رہ گئی۔

(۴) شہر بھر میں نماز جمعہ صرف تین جگہ درست ہوگی اور اس سے

جماعتوں کو ایک جگہ جمع کرنے والا ہے اور پھر شوکتِ شانِ  
اسلامی کو بلند کرنے والا ہے اور دو جگہ جواز کا فتویٰ دینی  
میں تقلیل جماعت ہوگی اور تقلیل جماعت یقیناً شوکتِ اسلامی  
کو نقصان پہنچانے والی ہے اور غالباً یہ استدلال  
باین معنی ہوگا کہ حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم  
کے مبارک عہد میں نیز صحابہ کرام کے زمانہ میں ایک شہر  
میں متعدد جگہ جمعہ نہیں پڑھا گیا بلکہ صرف ایک ہی جگہ ادا کیا  
گیا ہے، جیسا کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے اپنے بعض رسائل  
میں اس بات کو صراحتاً بیان کیا ہے اور علماء سلف تو بھی  
اجماع کر رہا ہے کہ سنت ایک ہی جگہ جمعہ ادا کرنا ہے،  
اب رہا کئی جگہ جائز ہونا تو یہ دوسری بحث ہے، کیونکہ محض  
مسنون ہونے سے عدم جواز ضروری نہیں ہے۔

۳، شہر بھر میں صرف دو جگہ نماز جمعہ درست ہے۔ اور اس کے  
قطعا درست نہیں ہے، شیعہ نے تقایید کی شرح میں  
لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہ اور صاحبین کا یہی مسلک ہے اور اس کی  
وجہ غالباً اس کے بہتر نہیں ہو سکتی کہ ایک جگہ کی خصوصیت کو  
میں بہت حرج ہے۔ کیونکہ بعض حاضرین نماز کو شہر کے ہر

صحیح تر ہے۔ کیونکہ صرف ایک جگہ جمعہ ہونے میں خصوصاً جبکہ شہر  
 بڑے ہوں ظاہری حرج ہے۔  
 اور ذخیرۃ العقبیٰ میں مرقوم ہے کہ۔

”امام اعظم اور امام ربانی حسن شیبانی (یعنی امام محمد) کو اقوال میں  
 صحیح تر یہ قول ہے کہ ایک شہر میں بہت سی جگہ نماز جمعہ ادا کی جائے۔  
 بعینہ مواہب الرحمن کی شرح برہان میں لکھا ہے کہ،

”جمعہ کا بہت سی جگہ ادا کیا جانا صرف ایک ہی شہر میں امام ابوحنیفہ  
 کے نزدیک جائز ہے، چنانچہ امام سرخسی نے فرمایا ہے کہ امام صاحب  
 کی مختلف رایوں میں یہ رائے صحیح تر ہے اور یہی خیال امام محمد کا بھی ہے۔“  
 اور علامہ زین العابدین مصری نے بحر الرائق میں ذیل کی عبارت لکھی،

”امام خضریٰ نے تحریر فرمایا ہے کہ صحیح ترین رائے امام ابوحنیفہ کی  
 یہ ہے کہ نماز جمعہ ایک شہر میں دو مسجدوں میں یا بہت سی مسجدوں  
 میں پڑھی جاوے ساوی ہے اور اسی رائے سے فتویٰ دیتے ہیں  
 ہم سند پکڑتے ہیں، کیونکہ یہ طے ہو چکا ہے کہ جمعہ مصری میں  
 ہو گا تو اس کے بعد یہ زیادتی ہے کہ ایک جگہ یا دو جگہ ہی جائز ہے  
 کیونکہ صحت جمعہ کے لیے مصر شرط ہے نہ کہ کتنی جگہ پڑھا جائے۔“

زائد جگہوں میں جائز نہیں ہے۔ چنانچہ صدر الشریعہ نے وقایہ کی شرح میں امام محمد سے نقل کیا ہے کہ دو جگہ یا تین جگہ ایک شہر میں نماز جمعہ ادا کرنے سے کوئی حرج نہیں ہے، عام اس سے کہ مصر کے درمیان میں کوئی نہر ہو یا نہ ہو اور بقول شارح وقایہ امام محمد ہی کی اس رائے پر فتویٰ ہے۔ صاحب بدائع نے اعتراض کیا ہے کہ دو جگہوں سے زائد ایک شہر میں نماز جمعہ ہرگز جائز نہ ہوگی۔ مگر بقول صاحب شامی رحمہ اللہ دلیل کیا ہے؟ جس وجہ سے دو جگہ جائز ہے اُسی وجہ سے تین جگہ میں کیا مضائقہ ہو سکتا ہے اور وجہ بھی کس قدر معقول کہ نمازیوں کو دور آنے میں زحمت ہوتی ہے۔

(۵) ایک شہر میں بہت سی جگہ نماز جمعہ درست ہے، یعنی دو تین چار جگہوں کی کوئی تخصیص نہیں ہے اور اس روایت کو شمس المائتہ سرخس نے اور دیگر کبار نے امام اعظم اور امام محمد سے نقل کیا ہے اور امام محمد کی پہلی رائے پر جو فتویٰ تھا اسکی بجا لفت بیکینی ہے۔ اور اس آخری رائے پر فتویٰ دیا گیا ہے۔ نیز فقہار کی کثیر جماعت سے اس رائے کو اصح اور صحیح تر بتایا ہے۔ چنانچہ دس مسالک کا (جو غرض الحکامہ کی شرح ہے) میں لکھا ہے کہ ”ایک شہر میں بہت سی جگہ جمعہ جائز ہے“ امام ابو حنیفہ اور امام محمد کے نزدیک اور یہ اسے زائد



باقداے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
و خلفائے کرام و عرف بر استماع  
و عطا ایشان۔

و صفت نفسیہ بودن آن معلوم  
نست، و بر تقدیر نشنا را اولی  
باید کہ شدہ عظیم کہ بر طرفی از و  
مانند قریہ باشد آنجا تعدد جماعت  
جائز بود۔

... ..

جگہ جمعہ پڑھنے میں یہ بات میر نہیں ہو سکتی  
دوسری کہ آنحضرت او خلفائے راشدین  
پیچھے نماز تبرکاً پڑھتے تھے تاکہ ان حضرات  
و عطا سے بھی بہرہ اندوز ہو سکیں۔ لیکن جمعہ کیلئے

و حدت جماعت ذاتی صفت ہوتا یہ معلوم  
نہیں ہے۔ لیکن اگر جمعہ اس وجہ سے ایک  
میں نہیں پڑھتے تھے تاکہ جماعت عظیم  
تو پھر فردوسی کہ اس کے گرد اگر دیہاتوں تاکہ  
و جماعتیں متعدد کرنا جائز ہو سکے۔

یہ عبارت جمعہ کے ایک مسجد میں پڑھنے کی سُنیت کی نفی کرتی ہے  
اور ایسے اثر کا انکار کرتی ہے کہ جس سے جمعہ کا ایک ہی جگہ پر پڑھنا  
سنت ہو سکے اور ان معانی کا بھی انکار کرتی ہے کہ جس کو حافظ  
ابن حجر عسقلانی نے بیان کیا ہے یعنی یہ بات کہ جمعہ تو ایک ہی جگہ  
پڑھا جاتا تھا مگر اُس سے سُنیت ثابت ہو تو ایسا نہیں ہو سکتا  
علاوہ براین ان لوگوں کے بیان کی بھی تردید کرتی ہے کہ جو تعدد و  
جمعہ کے سبب جواز جمعہ میں شک کر کے احتیاط ظہر کا  
فتوے دیتے تھے، ترجمہ کے خط کشیدہ الفاظ اسی مفہوم کو  
ادا کرتے ہیں، فتاویٰ :

(۲) حفرۃ شیخ الاسلام، علامہ ابن تمیمہ فی منہلج السنۃ

اور صاحب در مختار نے عینی کی شرح الجمع سے نقل کیا ہے کہ  
 ”ایک شہر میں متعدد مقامات پر مطلقاً نماز جمعہ ادا کی جائے صحیح ترین  
 مذہب کی بنا پر، اور اسی رائے پر فتوے ہے۔“

اور طحاوی نے در مختار کے حاشیہ میں تحریر فرمایا ہے، کہ  
 ”ایک شہر میں بہت سی جگہ نماز جمعہ پڑھی جاوے گی، چاہے اُس  
 شہر میں بہت سی جگہ جمعہ پڑھنے کی ضرورت ہوگی یا نہیں اور درمیان  
 شہر میں کوئی نہر جاری ہوگی یا نہیں۔“

اب گویا کہ یہ مسئلہ بھی بالکل صاف ہو گیا اور کسی طرح کے کلام کی  
 گنجائش باقی نہ رہی اور جو حافظ ابن حجر نے بعض رسائل میں تحریر فرمایا  
 کہ حضور کے دور میں متعدد جگہ جمعہ نہیں پڑھا گیا اور متعدد جگہ پڑھنا  
 کے خلاف ہے، پس اس کے جواباً دو طریقہ پر سلف سے منقول ہے  
 جو ذیل میں درج ہیں۔

|                                                                                                                                                                                                                                                                                               |                                                                                                                                                                                     |
|-----------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------|-------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------|
| <p>(۱) حضرت مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی شرح موطا میں تحریر فرماتے ہیں کہ<br/>         اور لیکن آنحضور اور اصحاب کے زمانہ میں<br/>         جو جمعہ کی نماز ایک ہی مسجد میں پڑھتے تھے<br/>         اُس کے دو سبب ہو سکتے ہیں اول یہ کہ<br/>         جماعت عظیم ہو چاہے، کیونکہ متعدد جگہ</p> | <p>دعا مانگنا در زمان آنحضرت صلعم<br/>         و اصحاب در یک مسجد خواندند، مثلاً<br/>         ان تحقیق جماعت عظیمہ است کہ در صورت<br/>         تعدد جماعت میسر نمی باشد یا تبرک</p> |
|-----------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------|-------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------|

میں اس بات کا اعلان کر دینا وغیرہ وغیرہ۔ یہ عام خیالات ہیں جنکو خصوصیت  
 کیساتھ نمایان کر کے فقہ کی کتابوں میں بیان کیا گیا ہے اور یہ خیال  
 انتہائی پختگی سے راسخ ہو گیا ہے کہ بغیر سلطان یا نائب سلطان کی  
 جمعہ اور عید کی نمازوں کا قیام غیر ممکن ہے، آج ہندوستان کے  
 طول و عرض میں جس گروہ نے شہر کی فضول فضول تعریفیں کر کے  
 جمعہ کو لایعنی چیز قرار دیدیا ہے، اُسی گروہ کے چند نمایان افراد نے  
 آج سے پچاس برس پہلے اس کی بھی کوشش کی تھی اور قوتوی دیدیا تھا  
 کہ ہندوستان میں جمعہ کی نماز بایں معنی بھی درست نہیں ہے کہ یہاں  
 کوئی بادشاہ اور قاضی اسلامی نہیں ہے۔ فخر المتاخرین علامہ لکھنوی  
 حضرت مولانا عبدالحی فرنگی محلی کا جیسا بردبار عالم بھی اس منظر کو برداشت  
 نہ کر سکا اور عمدۃ الرعایہ عربی، حاشیہ شرح وقایہ میں بالآخر لکھ ہی  
 تو دیا کہ،

بلاریہ جمعہ واجب ہونے اور اس کی ادائیگی  
 کی صحت میں ہندوستان کے شہروں میں کم  
 جن پر انگریزوں نے قبضہ کر لیا ہے کیا کلام  
 ہو سکتا ہے؟ حالانکہ انگریزوں نے یہاں دھولی  
 اور عید اور کفار کو مقرر کیا۔ کیونکہ عید مسلمانوں کو

انہ لا شک فی وجوب الجمعة  
 وصحة ادائها فی بلاد الهند  
 التي غلبت علیها التصاوت  
 وجعلوا علیها ولائ کفار  
 وذلك بائتمام المسلمین

باتصریح اس بات کو بیان کیا ہے کہ حضرت مولانا علی رضی اللہ عنہ کو زمانہ میں ایک شہر میں متعدد جگہ عید کی نماز پڑھی گئی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ نماز جمعہ اور عید دونوں اس بارہ میں مساوی ہیں۔ پس نماز جمعہ کو متعدد مقامات پر ادا کرنے میں کوئی قباحت ہے۔ پھر جبکہ ارشاد فرمایا ہے سرور کائنات علیہ التحیۃ والسلام نے علیکم بسنتی و سنتہ الخلفاء الراشدین، کہ تم لوگوں پر میری اور خلفاء راشدین کی سنت کی پیروی ضروری ہے۔ پس متعدد جگہ نماز جمعہ کا ادا کرنا صرف ایک شہر میں سنت بھی ہے، کیونکہ سنت خلفاء عین سنت رسول ہے۔ واللہ اعلم وعلیہ اتم۔

اب چند دوسری شرائط ہیں جنکو بھی مختصراً لکھتا ہوں۔ مگر یاد رہے کہ ابھی تک جو گفتگو تھی وہ صرف پہلی شرط یعنی شہر کے متعلق تھی اور اب (۲) دوسری شرط جو فقہاء نے نماز جمعہ کیلئے ضروری قرار دی ہے وہ وہاں شاہ اسلامی یا اُس کے نائب کا موجود ہونا ہے اور اس کے حکم سے امام اور خطیب کا تقرر ہونا ہے، نئی جگہوں کو مصر مقرر کر کے نماز جمعہ کی اجازت دینا اور جہان پر نماز جمعہ ہوا کرتی ہو اسکو اپنے معمولی پر وہاں کے ذریعہ سے سوک دینا۔ یعنی یہ کہہ دینا کہ یہ اب شہر نہیں ہے، اس لئے اب یہاں پر جمعہ نہیں ہو سکے گا، یا خود انکو جمع علم

اگر بادشاہ اسلامی کی موجودگی میں جمعہ کر گیا تو اس کا عذر مسموع نہ ہوگا  
پس ان لفظوں سے شرط کا مفہوم ہی نہیں نکلتا ہے، ایک مسرہ  
استدلال حفرة من بصری کی ذیل کی روایت سے کیا جاتا ہے  
جس کو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے۔

وعن الحسن البصري اربع الى السلطان وذكر منها اقامة الجمعة  
والعيدین رواه ابن ابی شیبہ اس چیز سے واقف نہ ہو سکا  
کہ استدلال کس معنی کر کے ہے، لیکن مفہوم شرط اس سے  
بھی نہیں سمجھا جاتا ہے، بلکہ یہ حدیث اس مفہوم میں واضح ہے کہ  
خلیفہ یا امام اولی بالامامت اور وہ بھی بطریق استحباب نہ کہ بطریق وجوب  
مسلم میں ابی مسعود بن عمر والبدری انصاری سے روایت ہے۔

|                                  |                                               |
|----------------------------------|-----------------------------------------------|
| قال رسول الله صلى الله عليه وسلم | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا        |
| وسلم يومهم القوم اخرؤهم          | کہ نماز پڑھانے والا تمام مقتدیوں کے کلام مجسم |
| لكتاب الله فان كانوا في القراءة  | زائد پڑھا ہو، لیکن مساوۃ کی صورت میں          |
| سواء فاعلمهم بالسنة فان          | امام وہ شخص مقرر ہو کہ جو سنن اور احادیث کا   |
| كانوا في السنة سواء فاعلمهم      | واقف کا ہو مگر تادی کی صورت میں نماز پڑھانے   |
| هجرة فان كانوا في الهجرة سواء    | کا مستحق وہ ہے کہ جس نے یہ ہجرت کی جو         |
| فان لمهم سنا ولا يوم من          | لیکن اگر اس ارہ میں بھی سب برابر ہوں          |

و ترا ضیہم ومن افقی بسقوط

الجمعة لفقد شروط السلطان

فقد ضل واضل هذا

یہ گفتگو بر سبیل تذکرہ تھی، لیکن اصل واقعہ تو سن لیجئے۔ علمائے کرام نے

جمعہ کے قائم کرنے کے لئے جو یہ شرط بیان کی ہے اُسکی وجہ سرورِ کائنات

کا حسب ذیل ارشاد بیان کیا جاتا ہے کہ،

من ترکھا ولہ امام جائر او عادل

فلا جمع الله شمله

اس حدیث کو ابن ماجہ نے نقل کیا ہے۔ یہ ایک بہت طویل حدیث کا ٹکڑا

ہے، جو کوئی بھی اس حدیث پر واقف ہے وہ اس سے یہ نہ سمجھو گا

کہ سلطان کی شرط اس حدیث سے نکلی ہے۔ بلکہ اس کا مطلب

صاف لفظوں میں بس اس قدر ہے کہ یہ حدیث انتہائی زجر و توبیخ کیلئے ہے۔

یا لکل ظاہر بات ہے کہ ہم کسی پجور سے کہیں کہ چوری کی سزا میں ہاتھ

کاٹا جاتا ہے، لیکن اگر تم دن و ہاڑے یا بجلی کے فمقون کی روشنی میں

پولیس آفس کے سامنے چوری کرو گے تو تمہارے ہاتھ برقی طرح کاٹے

جائیں گے۔ پس اس کا مطلب سوائے اس کے کیا ہو گا کہ انتہائی

زجر و توبیخ ہے، پس اس طرغ ترک جمعہ کی وعید میں کہ تارک جمعہ

اتفاق اور اٹھین کی رضا مندی قائم ہوتا ہے اور

بشرِ شمس نے بھی سلطان کی شرط کے مغفود ہو جانے

کی وجہ جمعہ اہل ہندوستان ہو جا کا فتویٰ دیا ہے اس پر دیکھیں

مراہ ہو گیا۔ اس بات کو مقبولی سے یاد رکھو۔

لیجئے۔ علمائے کرام نے

جمعہ کے قائم کرنے کے لئے جو یہ شرط بیان کی ہے اُسکی وجہ سرورِ کائنات

کا حسب ذیل ارشاد بیان کیا جاتا ہے کہ،

من ترکھا ولہ امام جائر او عادل

فلا جمع الله شمله

اس حدیث کو ابن ماجہ نے نقل کیا ہے۔ یہ ایک بہت طویل حدیث کا ٹکڑا

ہے، جو کوئی بھی اس حدیث پر واقف ہے وہ اس سے یہ نہ سمجھو گا

کہ سلطان کی شرط اس حدیث سے نکلی ہے۔ بلکہ اس کا مطلب

صاف لفظوں میں بس اس قدر ہے کہ یہ حدیث انتہائی زجر و توبیخ کیلئے ہے۔

یا لکل ظاہر بات ہے کہ ہم کسی پجور سے کہیں کہ چوری کی سزا میں ہاتھ

کاٹا جاتا ہے، لیکن اگر تم دن و ہاڑے یا بجلی کے فمقون کی روشنی میں

پولیس آفس کے سامنے چوری کرو گے تو تمہارے ہاتھ برقی طرح کاٹے

جائیں گے۔ پس اس کا مطلب سوائے اس کے کیا ہو گا کہ انتہائی

زجر و توبیخ ہے، پس اس طرغ ترک جمعہ کی وعید میں کہ تارک جمعہ

شاہ صاحب کی زبانی بن ابی ششیہ کی روایت کا مفہوم آپ نے سن لیا کہ وہ اس سے سلطان کی شرط نہیں سمجھتے ہیں بلکہ امامت میں دوسروں سے اُسکو زائدِ حقدار سمجھتے ہیں لیکن اگر وہ امام نہ بنایا جائے تو حرج بھی نہیں سمجھتے، کیونکہ ایسا کرنا واجب و لازم بھی نہیں ہے جیسا کہ علماء کی موجودگی میں غیر عالم امامت کرتا ہے اور کچھ حرج واقع نہیں ہوتا ہے۔ لیکن ہدایہ میں بیان کیا گیا ہے کہ،

”فی الحقیقت جمعہ ایک بڑے مجمع میں پڑھا جاتا ہے یا جمعہ کی نماز میں مجمع کثیر ہو ہی جاتا ہے اور جب لوگوں کی کثرت ہوتی ہے تو امام کو مقرر کرنے، خطیب کے متعین کرنے میں اور نیز ایسے ہی دوسرے امور میں لوگوں کے درمیان اُن کی اختلاف رائے کے باعث جھگڑا پیدا کرتا ہے، پس بادشاہ اسلامی یا اُس کے نائب کی موجودگی انہیں ضروری ہے جو جمعہ کو قائم کرے، امام اور خطیب کا تقرر کرے تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ لوگ لڑ جھگڑ کر جماعت عظیم کو توڑ دیں اور علیحدہ علیحدہ مسجدوں میں جمعہ پڑھنے لگیں۔“

لیکن میں کہتا ہوں کہ یہ باتیں حرفِ بھرف صیح مان لینے سے یہ کہا لازم آتا ہے کہ سلطان کی شرط لاپذیر ہے کہ بغیر اُس کے جمعہ پڑھنا ہی ناجائز ہو جائے ازاں سے زائد چوبیس ہے وہ صرف

الرجل الرجل في سلطانه، و  
المراد بسلطانه محل ولايته  
والموضع الذي يختص به-

تو پھر عمر بن جوہر اہودہ امامت کرے گا اور  
کوئی کسی کو امام نہ بناوے وہاں سلطان  
مقابلین کو نہ پھر امامت کا حق ازانہ ہوگا

پس آپ سمجھ سکتے ہو کہ یہاں پیش محض ندب پر محمول ہیں ان سے اتفاق و جمع  
شرط سلطان کی سمجھنا کس قدر عقل اور نقل کے مخالف فقہاء خود  
ستحقین امامت کا ذکر اسی ہیچ پر کر رہے ہیں کہ اقرار ازانہ مقدار ہے اعلم  
و غیر ذلک، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اس مضمون کو ذیل  
کے الفاظ میں واضح فرمایا ہے۔

امریکن غلیظہ المسلمین یا اس کے نائب کی  
امامت جمع کیلئے، پس محض ایک قدیمی  
دستور تھا اور سبب اس کا یہ تھا کہ  
شرعاً وہ آپ حکومت کی جگہ امامت میں  
ہو پس یہ تقدم اس وقت ہوگا کہ جب الی  
موجود ہو اور محض مستقب ہوگا جیسا کہ  
اقرار اعلم پر وغیرہ الک مقدم ہو جائیں  
دکب فقہیہ تفصیل عجم اور ارشاد حضرت علیؑ

واما امامت خلیفۃ یا نائب او  
پس امر مستمر بود، و انتشار آن امرست  
بتقدم والی در محل ولائتہ خود پس  
مخصوص باشد بجنور والی و بطریق  
استقباب باشد، چنانکہ تقدیم اقرا  
بر اعلم و سایر نظائر مسئلہ۔

داثر حضرت علیؑ کہ اربع الی الامام  
الحدیث محمول بر ندب متقدم  
والی در محل ولائت خود است

الی الامام ندب محمول (نوکہ و حجت) ہے بلکہ

۱۰۰ الی الی چنانکہ حاکمیت میں امامت میں بطریق استقباب



ممکن ہو اُسی وقت تک یہ معاملات اُن کے سپرد ہیں ورنہ پھر  
جمعہ کے لئے بادشاہ کی شرط ہرگز نہ ہوگی۔“

اس مفہوم کی دوسری عبارت وہ ہے کہ جس کو حضرت شیخ  
محمد عباسی مفتی مصر نے شامی کے حاشیہ پر تحریر فرمایا ہے کہ،  
”ہمارے اساتذہ نے عقد اللالی (نام کتاب) سے نقل کیا ہے  
کہ ”اگر بادشاہوں سے اُن کی لاپرواہیوں کی باعث امور دینیہ  
اجازت جمعہ و غیرہ کی قیام کی لینا مشکل ہو جاوے جیسا کہ اس  
دور کے بادشاہوں کا حال ہے تو اُس وقت خود لوگوں کو ایک  
امام مقرر کر کے نماز جمعہ ادا کرنا چاہئے۔“

ناظرین رسالہ مذکور کو معلوم ہونا چاہئے کہ یہ آیہ کی عبارت جو ہمیں  
اوپر نقل کی ہے اُس سے عقلاً شرط سلطان مستحسن معلوم ہوتی ہے  
نہ کہ شرعاً کیونکہ اوپر کے اقتباسات ایسے شرعی مفہوم سے  
انکار کرتے ہیں۔ نیز محقق بے مثال حضرت شیخ عبدالحق محدث  
دہلوی نے اس بات کو بالکل واضح فرمادیا ہے، چنانچہ  
فتح المنان میں ارشاد فرماتے ہیں کہ،

”حاصل تمام گفتگو اُن کا اس اس قدر ہو سکتا ہے کہ بادشاہ  
اسلامی کی شرط جمعہ کے لئے عقلاً اولیٰ ہو نہ کہ شرعاً کیونکہ

اس قدر ہے کہ بادشاہ کی موجودگی جمعہ کیلئے اولیٰ ہے تاکہ جمعہ کی  
جماعت میں تفریق نہ پڑے لیکن جب جمعہ پڑھا جانے لگے تو ظاہر ہے  
کہ یہ اولیٰ ہونا بھی جاتا رہے گا، اور بادشاہ کی موجودگی کی شرط  
ایک لایعنی شے ہو جائے گی، یہ ہے کل سرمایہ تحقیقات جو بلند آہنگی  
کے ساتھ دنیا کے سامنے مانعین کی جانب سے پیش ہوتی رہتی ہی  
حقیقت اور واقعہ صرف اس قدر ہے کہ زمانہ سلف میں شعائر اسلامی  
مثلاً قیام جمعہ اور عیدین وغیرہ کا کام بادشاہ اسلامی یا اس کے قائم  
کو سپرد کر دیا گیا تھا۔ کون بادشاہ؟ اس امر کی تفصیل کرتے ہوئے  
جامع الرموز میں لکھا ہے کہ اس مطلب کے لئے بادشاہ کا لفظ جو بولا  
جاتا ہے اُس کا مطلب یہ ہوا کرتا ہے کہ وہ ایسا والی ہو کہ جس پر  
کوئی دوسرا والی باج اور خراج کا لینے والا نہ ہو، عام اس کے  
کہ وہ عدل کرتا ہو یا ظلم کرتا ہو کوئی قید نہیں ہے۔ لیکن صلوة جلالی  
وغیرہ میں مرقوم ہے کہ زمانہ سلف میں یہ معاملات جو بادشاہوں کو  
انتظام کی خاطر سپرد کر دیئے گئے تھے اُس کا مطلب یہ نہ تھا کہ  
اگر وہ نہ چاہیں تو جمعہ بند کر دیا جائے، بلکہ اُن کے سپرد جب معا  
کئے گئے تھے تو یہ صورت اُس میں ملحوظ تھی کہ،

”جب تک بادشاہوں سے جمعہ وغیرہ کے قیام کی اجازت لینا

استدلال یقیناً غلط ہے، پس اُس کے قول کی وجہ سے یہ بات ہرگز  
 ثابت نہ ہوگی کہ جمعہ کے لئے سلطان کی شرط ضروری ہو  
 کیونکہ بن دلائل سے جمعہ فرض ہے وہ بالکل مطلق ہیں، اُن میں  
 ایسی کوئی قید نہیں ہے۔ ابن رباہیہ معاملہ کہ امام کے تقریر میں عام  
 سبک کے مختلف خیالات ہو جایا کرتے ہیں، جو جھگڑے کا باعث  
 ہوتے ہیں، تو یہ بات امام جمعہ کے لئے کب مخصوص ہے،  
 پنجوقتی نماز کے اماموں کے مقرر کرنے میں بھی تو ایسی ہی ہوا  
 کرتا ہے، مگر پھر ایک آنحضرتؐ کو لوگ امام بنا ہی لیتے ہیں۔ پس اس طرح  
 (جھگڑا کرتے ہیں) ایک نماز کے پرٹھہر جمعہ کا امام بھی مقرر کر ہی لیں گے  
 علاوہ براین اہم ترین واقعہ جو اس امر پر دلالت کرتا ہے  
 کہ سلطان کا اذن اس بارہ میں ضروری نہیں ہے، وہ عہد صحابہ  
 کا زبردست واقعہ ہے کہ حضور امیر المومنین سیدنا عثمان غنی  
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ فتنہ کے زمانہ میں اصح ترین روایت کی بنا پر چالیس  
 روز تک اپنے گھر میں محصور رہے اور صحابہ کرام نے اُن سے امام  
 بنانے کے لئے کوئی اذن طلب نہیں کیا۔ کیونکہ ان مروود بلوایہ  
 نے لوگوں کو اس کا موقع ہی نہ دیا کہ وہ حقیرہ خلیفہ سے ایسا  
 اذن طلب کرتے، مگر صحابہ کرام نے پنجوقتی نماز میں بھی باجماعت

شریعت ایسے قیود کو کب پسند کر سکتی ہے کہ جمعہ کی ادائیگی بادشاہ  
پر منحصر رہ جاوے اور بغیر اس کے جمعہ جائز ہی نہ ہو سکے، یا  
ظہر پڑھنا واجب ہو جاوے۔

لیکن یہ بات اسی جگہ ختم نہ ہوئی اور لوگ جو کہ جمعہ کی فرضیت کے  
دشمن ہیں (نہیں بلکہ خود اپنی عقل کے دشمن ہیں) ہدایہ کی اوپر  
والی عبارت کی طرح طرح سے توجہ بین بیان کر کے عوام اور چہلار کو  
گمراہ کرتے رہتے ہیں۔ اس بات کو حضرة بکر العلوم الاولیاء  
مولانا عبدالعلی فرنگی محلی نے دوسو برس پہلے محسوس کر کے خوب عمد  
جواب تحریر فرمایا تھا، عربی نہ جانتے کے سبب عوام اس سے  
غافل ہیں۔ اس لئے ہم اس جگہ پر ان ہی کتاب ارکان سے  
ترجمہ نقل کر لے رہے ہیں، تحریر فرماتے ہیں کہ،

”ہم آج تک ایسی کوئی دلیل شرعی معلوم نہ کر سکا کہ جس کی  
رو سے یہ کہا جاوے کہ بادشاہ کی موجودگی یا اس کا اذن جمعہ  
کے لئے شرعاً ضروری ہے، جو لوگ ہدایہ کا قول اس بارہ  
میں پیش کرتے ہیں ان کو معلوم ہونا چاہئے کہ وہ کوئی بولبیل شرعی  
ہرگز نہیں ہے، بلکہ وہ قوم رعینائی صاحب ہدایہ کا قول ہے یا اسکی  
ذاتی۔ اسے ہے، اور کسی کی ذاتی رائے سے ایسے اہم امور شرعی

تمام بحث کا خلاصہ اور نچوڑ ہے۔

(۳) تیسری شرط ”وقت ظہر“ ہے، اگرچہ تمام نمازوں میں وقت شرط ہے مگر جمعہ میں خصوصیت یا بن معنی ہے کہ جمعہ زوال آفتاب سے پہلو ادا ہی نہیں ہو سکتا ہے، کیونکہ کئی حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ کرام سے زوال آفتاب کے پہلے جمعہ پڑھنا ثابت نہیں ہے۔ بخاری نے حضور انس بن مالک سے روایت کی ہے کہ سرور کائنات اُس وقت جمعہ کی نماز ادا فرماتے تھے، جبکہ آفتاب مائل ہو جاتا تھا، یعنی زوال کے بعد نماز پڑھتے تھے، نیز مسلم نے بھی ایسا ہی کچھ حضور سلمہ سے روایت کیا ہے، پس جس نے بھی زوال سے قبل جمعہ کے جواز کا فتویٰ دیا ہے اس نے غلطی یقیناً کی ہے۔

اس کے علاوہ چونکہ ”وقت ظہر“ شرط ہے اس واسطے اسی مخصوص وقت کے اندر جمعہ ادا کیا جاوے گا، لیکن اگر وقت ظہر ختم ہونے کے بعد اور عصر کے وقت کے شروع ہونے کے وقت نماز پڑھنے کا موقع آوے تو پھر یاد رکھنے کی بات یہ ہے کہ قضا جمعہ کی نہ پڑھی جاوے گی، کیونکہ جو وقت اُس کے لئے مقرر تھا وہ فوت ہوا تو جمعہ بھی فوت ہو گیا۔ اذافات المشرطاً المشرط اب قضا میں ظہر کی نماز پڑھی جاوے گی، کیونکہ ایسا ہی حضور صلی اللہ

پڑھیں اور ان چالیس دنوں میں متعدد جمعہ بھی قائم کئے (شعبہ  
 نہ کیا جاوے کہ جب حضرت خلیفہ سے ملاقات ممکن نہ تھی تو اذن  
 لینا بھی ممکن نہ تھا۔ کیونکہ اجلہ صحابہ کی ملاقاتیں اور جناب مولا علیؑ  
 کی ملاقات بھی ثابت ہے، مگر ایسا اذن لینا ثابت نہیں ہے)  
 پس معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کے نزدیک سلطان یا سلطان کا  
 اذن نماز جمعہ کے لئے ہرگز شرط نہ تھا، ورنہ ہرگز جمعہ اسوقت  
 نہ قائم کیا جاتا۔ پس غالباً علماء متحققین نے اسی واقعہ کی بنا پر  
 اپنی رائے بدل دی ہے اور عام مصلیوں کی رائے پر چھوڑ دیا،  
 کہ عیسکو چاہیں اپنا امام بنائیں اور نماز جمعہ ادا کریں۔“

دیکھا آپ نے کہ سحر العلوم کی اس طویل عبارت نے کس قدر  
 اہم گتھیان سلجھا کر رکھ دیں، اب ہماری تحقیق کردہ رائے پر کوئی  
 اعتراض کرے تو سہی؟

خدا کا شکر ہے کہ اس بحث کا ہر پہلو مفصل مذکور ہو چکا  
 ہے اس لئے ختم کیا جاتا ہے، اب اس کے بعد بھی کوئی دھوکہ  
 کھائے تو وہ دھوکہ نہ ہوگا بلکہ جان بوجھ کر حق سے اعراض ہوگا  
 اور خدا ہی کو معلوم ہے کہ اس کی ذمہ داری کس پر ہوگی  
 یا درکھو کہ جمعہ کے لئے سلطان کی شرط ضروری نہیں ہے، یہی

(۳) آنحضرت، صحابہ اور اہل یومنا ہذا ہر کس و ناکس کا عمل بھی بالا استمرار و استقامت کرتا ہے کہ خطبہ ضروری اور لازمی چیز ہے۔

اور خطبہ زوال کے بعد پڑھنا چاہئے (اگر زوال کے قبل پڑھا جائے تو اعادہ ضروری ہوگا) اس جگہ دارقطنی کی روایت سے سند پکڑنا

صحیح نہیں ہے، کیونکہ سلسلہ رواۃ ضعیف تھے، جیسا کہ زبیری، ابن ہمام اور عینی وغیرہ نے بیان کیا ہے، دارقطنی کی روایت یہ ہے کہ حضورؐ اور ان کے بعد عمرؓ نے زوال آفتاب سے قبل خطبہ دیا ہے، سند ضعیف ہو سکتا ہے۔

علاوہ بیسیوں صحیح ترین حدیثوں کے مخالف بھی، اور خطبہ کو قبل نماز کی ہونا چاہئے، یعنی پہلے خطبہ پڑھا جاوے، پھر اس کے بعد نماز ادا کیجاوے۔ خطبہ کی بہترین صورت یہ ہے کہ پہلے خطبہ میں حمد اور تسبیح و تہلیل یا تہلیل کے لئے ہو اور قرآن مجید کی کچھ آیتیں بھی پڑھی، جاوین اور درود و سلام

حضور سرور کائنات کی روح پر فتوح پڑھیا جاوے اور دوسرے خطبہ میں خلفائے راشدین، عشرہ مبشرہ اور حضرت عباس و حمزہ رضی اللہ عنہم کا تذکرہ کرے اور مومنین صالحین کے لئے دعا کرے، کیونکہ خطبہ کی یہ صورت

شرق سے لسیگر مغرب تک علماء کے درمیان معمول رہی ہے، اور سرور کائنات نے ارشاد فرمایا ہے کہ مسلمان جس کام کو پسند کریں

وہ خدا کے نزدیک بھی پسندیدہ ہوگا۔ (مادۃ المؤمنون حسن)

علیہ وسلم کے فعل سے ثابت ہے۔ شرح موکطائین مرقوم ہے کہ  
 واما وقت ظہر پس شرط جمعہ است  
 اور لیکن ظہر کا وقت پس جمعہ کیلئے شرط ہو کیونکہ با  
 زیر کہ بسیار سے شد کہ جمعہ فوت  
 ایسا ہوگا کہ جمعہ فوت ہو گیا ہو اور قصائین ظہر کی  
 شد و قصائے بر صورت ظہر  
 نماز ان لوگوں (مسنور و معایہ) نے پڑھی ہے جمعہ کی  
 میگردند نہ بر صورت جمعہ و در این  
 قصائین پڑھی (کیونکہ وقت ظہر فوت ہو گیا تو بشرط  
 مسئلہ اتفاق امت مرحومہ یا جمہور  
 بھی فوت ہو گیا) اور یہ مسئلہ امت مرحومہ اور  
 ظاہر سے شود۔  
 جمہور مسلمین کا متفق علیہ ہے۔

(۲) چوتھی شرط، خطبہ جمعہ ہے، یہ بھی لئے زہری سے روایت  
 بیان کی ہے کہ جمعہ ادا ہی نہ ہوگا بغیر خطبہ کے اور ظاہر ہے کہ اگر خطبہ  
 جمعہ کیلئے ضروری نہ ہوتا تو یقیناً حضور تمام عمر میں ایک آدھ مرتبہ اسکا  
 ترک فرما دیتے تاکہ امت کو معلوم ہو جاوے کہ ترک بھی جائز ہے، مگر  
 روایتی کوئی روایت منقول نہیں ہے، البتہ اس کے ضروری ہونے پر  
 مختلف امور دلالت کرتے ہیں۔

(۱) قرآن مجید میں ہے فاسعوا الی ذکر اللہ یعنی اللہ کے ذکر کی جانب  
 دوڑو اور یہاں ذکر سے باتفاق خطبہ ہی مراد ہے۔

(۲) شیخین سے روایت ہے، فاذا خطب الا حاطودا صحف استغوا  
 الذکر یعنی جب امام خطبہ پڑھے تو قرآن مجید نہ کر دو اور خطبہ سنو۔



جس طرح مردی میں اسی طرح ان کا کرنا ضروری ہے، اُن میں تراہیمِ تاہوت ہی نہیں ہے بلکہ حرام ہے، کیونکہ ایسی تراہیم کا اختیار صرف شارع علیہ الصلا کو ہے اور بعد میں نسخِ شریعت چونکہ ممکن نہیں ہے اس واسطے تراہیم عبادات بھی ناممکن ہے، عبادات کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) عبادتِ مقصودہ، وہ عبادت ہے کہ جس طرح پریشان و افعالِ حضرت قاسم سے ثابت ہے اسی طرح کیجاوے، زمان و اقوام کی ضروریات و روایات کا ان پر کچھ اثر نہ ہو، جیسے نماز و روزہ وغیرہ اور اُن کے ارکان۔

(۲) عبادات غیر مقصودہ، وہ عبادتیں ہیں کہ جس طرح پر افعالِ حضرت قاسم سے ثابت ہوں اسی طرح کرنا کچھ ضرور نہیں ہے، زمان اور اقوام کی ضروریات اور روایات کے بدل سکین، مثلاً جہاد کہ کچھ ضرور نہیں ہے کہ تیر و تلوار، نیزہ و بھالے سے ہی ہو، رواجِ زمانہ اور ضرورتِ وقت کے لحاظ سے بندوق، توپ اور طرح طرح کی گسیوں کے ذریعہ سے بھی کیا جاسکتا ہے، پس خطبہ عبادت مقصودہ ہے، ازین قبیل اشعار میں کہ وہ خواہ

عربی ہی کے کیوں نہ ہوں مطلقاً مکر وہ تحریمی ہیں، جن سے تحرز لازمی ہو۔ (۲) خطبہ دوسری زبانوں میں حسب ضرورت پڑھا جاوے، کیونکہ وعظ ہی اور نصیحتِ زبان سامعین میں ہونا چاہئے تاکہ اُس کو لوگ سمجھ سکیں وغیرہ۔

فہو عند اللہ حسن) پس خطبہ میں جمہور مومنین کا یہی طریقہ ہے اور

اسی پر عمل مناسب ہے

**زبان خطبہ** موجودہ دور میں علماء کے درمیان یہ مسئلہ بہت اہم ہے

دو خیال کے لوگ موجود ہیں، اُن کے خیالات نمبر وار حسب ذیل ہیں،  
(۱) خطبہ طلقاً عربی ہی میں پڑھا جاوے دوسری زبانوں میں بالکل جائز

نہیں ہے، کیونکہ سنت متواترہ کے صراحۃً مخالف ہے، عہد صحابہ میں  
باوجود ضرورت اور دوسری زبانوں سے واقفیت کے دوسری زبانوں  
میں نہ پڑھا گیا، پس عربی ہی میں پڑھنا چاہئے۔ کیونکہ سنت متواترہ کا مخالف

حرام ہوتا ہے، مصطفیٰ شرح موطا میں مرقوم ہے، کہ

وعربی بودن نیز بجهت عمل مستمر مسلمین

در مشرق و مغارب با وجود آنکہ

در بسیارے از اقالیم مخاطبان

عجمی بودند۔

شعبہ نہ کیا جاوے کہ خطبہ وعظ ہے اور وعظ کی زبان اتمام فائدہ کیلئے

سامعین کی زبان ہونا چاہئے، کیونکہ خطبہ وعظ محض نہیں ہے، جیسا کہ خطبات

نبوی اور اصحاب و علم جبرائے کے مطالعہ کرنے والوں پر یہ امر پوشیدہ نہیں

ہے، علاوہ براین خطبہ عبادت مقصودہ ہے اور عبادات مقصودہ

اور خطبہ کا عربی زبان میں ہونا بھی ضروری ہے

اس واسطے کہ مشرق اور مغرب میں ہر جگہ

ہمیشہ سے مسلمانوں کا اس پر عمل تھا، باوجودیکہ

بہتے لکھنؤ میں سامعین عربی زبان سے ناواقف تھے۔

شرط ہے۔ شاہ صاحب علی اللہ محدث و ہلوی نے تحریر فرمایا ہے کہ

اما جماعت پس لازم جمعہ است،  
و بے شبہ اکثر اوقات جماعت  
جماعتِ غنیمہ سے ہو و لہذا یہی ہے  
ابن مسعود رضی اللہ عنہ نقل سے کہ نہ صلی اللہ  
علیہ وسلم جمع یا لمدینۃ وکانوا اربعین <sup>رجلاً</sup>  
من زحمة کے لئے جماعت کا ہونا لازمی ہے  
بلاشبہ اکثر اوقات عظیم جماعت ہوتی تھی،  
چنانچہ یہی حضرت ابن مسعود سے روایت ہے  
کہ آنحضرت نے مدینہ منورہ میں جمعہ پڑھا اور  
آپ چالیس آدمی تھے۔

پس امام ابو حنیفہ اور امام محمد کے نزدیک بچوں، عورتوں کے علاوہ  
تین مرد ہونا چاہئیں اور امام جمعہ چوتھا آدمی ہو۔ اور امام ابو یوسف کی  
تزدیک دو مرد امام جمعہ کے علاوہ ہوں گے تو جمعہ درست ہو جائیگا  
لیکن اس بیان کردہ تعداد سے کم جماعت سے جمعہ درست نہ ہوگا پس دو  
آدمی ایسے کہ ان میں ایک امام ہو اگر جمعہ پڑھیں تو نا درست ہوگا۔ اور  
ظہر پڑھنا ضروری ہوگا۔

(۶) اذن عام۔ یہ چھٹی شرط ہے جمعہ کے لئے۔ حالانکہ صاحب ہدایہ  
نے اس کا تذکرہ نہیں کیا ہے اور ظاہر الروایت میں بھی اس کا  
کچھ پتہ نہیں ہے، مگر متون کی کتابوں میں یہ شرط بھی تقریباً ہر ایک میں  
لکھی ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ جماعت میں حاضر ہونا  
چاہیں ان کے لئے جامع مسجد کا دروازہ کھلا ہو، پس اگر بند کر دیا جاوے

دلائل طرفین لکھنے کا موقع نہیں ہے کہ بحث طویل ہو جاوے، صبح  
 رائے اور پر مکتوب ہے اور فریق ثانی کے دلائل تاریک بھوت سے زائد  
 وقع نہیں ہیں، کون ہندی مسلمان سورہ فاتحہ کا ترجمہ سمجھتا ہے؟  
 ادعیہ و اذکار صلوٰۃ کا مطلب کس کو معلوم ہے؟ پھر یہ اُردو، انگریزی  
 گجراتی وغیرہ میں کیوں نہیں پڑھی جاتیں؟ یہ ایسے امور ہیں کہ جن کا کوئی  
 عاقل قائل نہیں ہے (پس خطبہ بھی تو دیا ہی امر ہے) اس موقع پر بعض  
 لوگ سراج الامة امام ابو حنیفہ کے اُس مسلک سے سند پکڑتے  
 ہیں، جس کی وجہ سے نماز میں سورہ فاتحہ کا فارسی ترجمہ پڑھنا اُن کے  
 نزدیک جائز ہے اور اس سے خطبہ کی زبان بدلنے پر استدلال  
 کرتے ہیں، پس یہ امر دو طرح سے قابل استناد نہیں ہے۔ اول تو  
 امام صاحب اپنے قول سے رجوع کر لیا ہے، پس سابق کے قول پر استناد  
 کیسے جائز ہوگا، جس کی غلطی انھوں نے خود محسوس کر لی تھی اور دوسرے  
 یہ کہ اُن کے اسی قول پر فتویٰ بھی نہ تھا، اس وقت بھی فتویٰ صاحبین  
 کے قول پر تھا۔

(۵) پانچویں شرط جمعہ کے لیے جماعت ہے، یوں تو ہر نماز کیلئے  
 جماعت سنت ہو کہ نہ کیا بلکہ قریب بہ واجب ہے، مگر جمعہ کی نماز  
 بغیر جماعت کے گوارا کرنا دیرست ہی نہیں ہے، کیونکہ جمعہ میں جماعت

ضرورت شرعی کی وجہ سے کیونکہ اس پر عمل کرنے سے حرج شرعی  
واقع نہیں ہوتا تھا، کوئی شخص اس وجہ سے بدعتی اور گمراہ وغیرہ کا خطا  
ہم کو نہ دے، اور اگر دے تو ہم اس پر راضی ہیں۔

مانعین حجہ میں سے ہر سرفرد سے التماس ہے کہ وہ ان سطوہین  
غور کریں اگر قابل التفات ہوں تو عمل کریں والا ان کی تردید کر کر ثابت  
کریں کہ خدا و رسول کے حکم کے مخالف ہیں، اگر اب کیا گیا تو میں بہت  
خوش ہو دوں گا۔

میں علم اور کتب کے دونوں حیثیات سے بے بضاعت ہوں  
پھر اس نہج پر اس تفصیل کے ساتھ اردو کی پہلی تالیف کی ہے، اس  
واسطے بہت ممکن ہے کہ مضمون جا بجا سوتلے اور مرہون تشریح ہو، مگر  
جو اس کے بعد اس مضمون پر قلم اٹھائیگا وہ زائد واضح تحریر کر سکیگا  
وہذا الآخر کلامنا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوة والسلام  
علی رسولہ سیدنا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین امین فامین  
ثم امین اللہم بحق طہ و یسین والہ الطیبین الطاهرین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اور بند کر کے چند لوگ مثل بادشاہ اور اس کے امراء کے نماز ادا کریں  
تو ان کا حجبہ صحیح نہ ہوگا، بلکہ پھر ظہر کی نماز ادا کرنی ہوگی۔

**خاتمہ** | ناظرین! ہم اپنی طرف سے از خود شریعت میں  
کچھ زیادہ کرنا برا سمجھتے ہیں اور جو اس کا مرتکب ہو اس کو بھی برا جانتے  
ہیں، ہم حق کی پیروی بلا خوف و لومۃ لائم کے کرنے کو مستحسن سمجھتے ہیں،  
اور ایسا کرنے والوں کو اچھا جانتے ہیں، ہم اس کی پروا نہیں  
کرتے کہ ہمارا کلام کو راہ تقلید سے پر ہے اور ہم اس سے بھی نہیں  
ڈرتے کہ بعض جگہ ہماری تحریر سے اگلوں کا نقص کھلتا ہے، کیونکہ اس  
طور پر حق واضح ہوتا ہے، البتہ یہ برا ہے کہ اگلوں کا نقص چھپانے کے لئے  
کتمان حق کیا جاوے، اگلوں ہی کی پیروی کو باعث فخر سمجھتے ہیں اور اسکو  
خدا اور رسول کے حکم کے مطابق خیال کرتے ہیں، جب تک کہ کوئی  
بدیہی غلطی اس میں نہ ظاہر ہو جاوے، ہم جزئیات مسائل تک میں امام  
الائمہ حضرت ابو حنیفہ طالب اللہ ثراہ و جعل الجنة مشواہ کے مذہب کی  
پیروی کرتے ہیں اور اس کے خلاف گمراہی سمجھتے ہیں، لیکن آراء امام  
پر جب عمل ناممکن ہو تو ممکن صورت پر عمل کرنا ہی موجب ثواب سمجھتے ہیں  
پس ہر گاہ کہ تعریفیات شہرین رائے امام سے اختلاف کیا ہے (صرف  
ہم نے ہی نہیں بلکہ اگلوں میں سے علماء و اساتذہ نے بھی) اور وہ بھی

(۲) مانعین۔ وہ حضرات ہیں کہ جو سرے سے کسی نہ کسی وجہ سے یا یوں ہی بلا وجہ کے بیان کے، بسوین جمعہ پڑھنا ناجائز اور ظہر کی نماز جمعہ کو روز واجب سمجھتے ہیں۔

جا بجا ارشاداتِ علماء پر نوٹ لکھ دیا گیا ہے، کہیں تو اسوجہ سے کہ رائے کی غلطی واقع تھی اور کہیں کسی دوسری وجہ جو پڑھنے والوں پر پوشیدہ نہ رہے گی اور بلا کسی حرف کی تحریف کئے ہوئے ایک ایک حرف ہر ایک مجیب کا نقل کیا گیا ہے اور احتیاطاً اصل تحریر محفوظ کر دی گئی ہیں تاکہ ضرورت مند اصحاب امام صاحب بسو کے پاس اُن کا مطالعہ کر سکیں اور شک کے موقعہ پر تفسی حاصل کر سکیں۔

میں اس مجموعہ کو عامہ اہل سلام کے سامنے پیش کرتا ہوں  
مجیب الدعوات کے دربار میں مستدعی ہوں کہ وہ لوگوں کو اس سے مستفید فرمائے اور صحیح مسلک اور رائے پر عمل کی توفیق عطا فرمائے، و ما  
توفیقی الا باللہ۔

جامع،

فقیر محمد رفعت اللہ صدیقی خشتی صابری



## بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فحمده وبہ نستعین ونفعلی ونسلم علی رسولہ الکریم اسلامان  
 پالن پورا اسٹیٹ کو عزیز گرامی جناب مولوی عثمان احمد صاحب امام مسجد  
 بسو کا مشکور ہونا چاہیے کہ موصوف نے انتہائی کوشش سے ہندوستان  
 کے نامور علماء کے فرامین حاصل کئے، میں بید مشکور ہوں کہ انھوں نے  
 کتاب "الجمعة والہند" کے آخرین اسکو شائع فرمایا، کیونکہ اس مجموعہ  
 فتاویٰ سے ہمارے اکثر بیانات کی تصدیق بھی ہوتی ہے، علی الخصوص  
 بسو اور اس کے مانند آبادیوں میں جمعہ پڑھنا کا صریح حکم معلوم ہوتا ہے  
 یہ فتاویٰ سے چونکہ بسو میں عزیز مذکور الصدر کے پاس موصول ہوئے ہیں  
 اس واسطے مجھ کو علم نہیں کہ وہ کس ترتیب سے اس لئے ان کے جمع و ترتیب  
 میں اس امر کا لحاظ مشکل ہے، البتہ میں نے ان ارشادات کو دو مجموعہ  
 پایا اور انھیں کو اصول قرار دے کر فتاویٰ کو ترتیب دتا ہوں۔  
 (۱) تجویزین۔ وہ لوگ کہ جن کی تحریرات قیام جمعہ کی تائید میں ہیں،  
 ان کو بسو میں وجوب جمعہ میں کوئی شک نہیں ہے،



## جوابات علماء مجوزین۔

۱۔ ارحضره زبدة العارفین قدوة ارکین شایہ پیر غلام علی  
چشتی قادری مدظلہ من اتبار حضرت پیر مشائخ رحمۃ اللہ علیہ  
بلاشبہ موضع مذکور میں جمعہ فرض ہے۔ تارک اس کا فرض کا تارک ہے  
من ترک الجمعة من غیر ضرورة کتب منافقانی کتاب لایح  
ولا یبدل الفقیر العاصی غلام علی چشتی قادری داد برہمی۔

۲۔ از حضرت مولانا مولوی حافظ محمد شفیع حجتہ اللہ صاحب انصاری،  
ذکلی محلی سابق مدرس مفتی مدظلہ امیہ پیر فیصلہ بنویری <sup>طعلیہ</sup>  
ہوالمغنی ۱۔ صورت مسئلہ میں بلا خطر اور بلاشبہ نماز جمعہ ادا کی جاوے  
اور مانعین کے اصرار شدید کا کچھ لحاظ نہ کیا جاوے، مانعین کو بائیں  
نرمی سمجھایا جاوے کہ وہ بھی نماز جمعہ میں ضرور شریک ہوا کریں،  
زائد سے زائد یہ کریں کہ نماز جمعہ میں شرکت کے بعد ظہر کی نماز علیہ  
علوہ پڑھ لیا کریں (جماعت سے نہیں) کہ اس طرح نماز جمعہ میں  
شریک ہونے سے ان کا کچھ نقصان بھی نہ ہوگا اور مسلمانوں میں  
اجتماع اور اتحاد قائم کرنے کا ثواب علیحدہ ملے گا۔ واللہ اعلم۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ سب (ریاست پالن پور کا) ایک گاؤں ہے جس میں حسب ذیل امور کی بناء پر تقریباً پچیس سال سے اب تک برابر جمعہ پڑھا جاتا رہا ہے۔

(۱) ضروریات زندگی میں روزانہ کام آنے والی اشیاء اہل بسو کو ملے ہو  
تمام دستیاب ہو جاتی ہیں۔

(۳) یا اعتباراً بادی کے مسلمانوں کے تین سو دس گھر ہیں، جو قریہ کبیر (جہان نیس گھر یا تیس سے زائد گھروں) سے بھی باعتبار تعداد کے کئی گئے ہیں۔

(۳) صرف ایک مسجد ہے، اگر تمام مکلفین یسوع ہوں تو مسجد بھر جاتی ہے، بلکہ جمع کم پڑتی ہے۔

دریافت طلب یہ امر ہے کہ ان امور کی موجودگی میں نماز جمعہ  
مقام مذکور میں بلا خطر ادا کیجاوے یا مانعین کے اصرار شدید سے  
بند کر دیا جائے۔ بینوا تہ جبروا۔ فتاویٰ حق عثمانیہ ج ۱ ص ۱۰۰

بندک و سجاس - بینوا و تیر و ا - فقیلا و حقیر عثمان احرار و مستور و سید و پادشاه  
راست یانی و نور و صوبه و خراج

جناب مولانا کالج الحافظ محمد اسلم صاحب قبلہ دام ظلہ العالی کے نام پر صادر ہوا۔ حضرت مولانا لکھنوں کی معذوری سے جواب فتویٰ آپ تحریر نہیں فرماتے لیکن اپنی شرعی رائے ظاہر فرما دیا کرتے ہیں، حضرت مولانا فرماتے ہیں کہ مصر کی چند تعریفیں بین لکھو اسکے دیتا ہوں اگر کوئی بھی صادق آجاوے یا فائدے مصر کا اطلاق ہو سکے تو نماز جمعہ جو پچیس سال سے بصورت شعار اسلامی رائج ہے ترک نہ کرنا چاہئے۔

(۱) مصر وہ مقام ہے جہاں متعدد مسجدیں ہوں اور ان میں بڑی مسجد مسلم عاقلین، بالغین کی گنجائش نہ رکھتی ہو۔

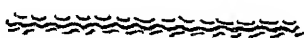
(۲) مصر وہ مقام ہے کہ جہاں متعدد بازاریں ہوں اور بہت سے گلی کوچے ہوں۔ (۳) یکم از کم دس ہزار کی آبادی ہو۔

(۴) فقار مصر وہ مقام ہے کہ جو مصر کے قریب ہو اور مصر کے ضروریات وہاں پوری کئے جاتے ہوں، مثلاً مصر کا تبرستان یہاں ہو یا یہ مقام شہر کے

لکھوڑ دوڑد چاند ماری کے لئے قرار دیا گیا ہو اور شہر کی آواز کچھ نہ کچھ وہاں آجاتی ہو، اگر یہ کوئی تعریف صادق نہ آئے تو ایک جزئیہ حاشیہ

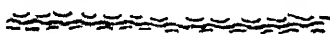
شامی میں تحریر ہے کہ سلم رئیس نے جس کا قبضہ اُس گاؤں پر ہو جس مسجد کے بنانے کی اجازت دی ہو تو پھر اجازت شرعاً اذن صلوة مسجد کے لئے کافی ہوگی، اگر یہ منوزت بھی ناممکن ہے کہ ثواب پالن پورہ وغیرہ کی

کتبہ محمد شفیع حجۃ اللہ الانصاری، فرنگی محل لکھنؤ۔



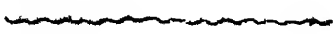
۳  
از حضرت مولانا مولوی مفتی محمد عبد القادر صاحب انصاری  
مفتی اعظم دارالعلوم والعمل فرنگی محل لکھنؤ۔ مکتوب  
ہوالمصوب۔ صورت مسئلہ میں ایسی جگہ پر جبکہ حکومت اسلامی بھی  
نماز پڑھنا درست ہے، واللہ اعلم بالصواب۔

محمد عبد القادر عفا اللہ عنہ فرنگی محل لکھنؤ



۴  
از جناب مولوی حاجی حافظ محمد حیدر عبد القدیر صاحب انصاری  
حفید خاتم الفقہاء والمحدثین حضرت ملا سبین فرنگی محل لکھنؤ  
صورت مسئلہ میں ایسی جگہ جہاں حکومت اسلامی بھی ہے، نماز  
جمعہ پڑھنا درست ہے۔ واللہ اعلم بالصواب،

حررہ محمد حیدر انصاری فرنگی محل لکھنؤ



۵  
از حضرت مولانا مولوی محمد اسلم صاحب من احقا و حضرت  
عبد العلی بکر العلوم فرنگی محل لکھنؤ

محبت العلماء دائم نگارمہ۔ السلام علیکم ایچا استفتاء حضرت والدہ العالیہ

هنا ليس ينبغي طعنا في الكسوة النفس ودية وان يكون هناك اهل  
 حرفة نائم اليهم كشيء او لا ادري اذن اكان عن اجتهاد قدس  
 سره او وجد رواية - والله اعلم - پس ایسی جگہوں پر جمعہ بند کرنا  
 حکم دینا سراسر جہالت پر مبنی ہے اور کار خیر سے روکنا ہے، بلا خطر نماز جمعہ  
 ادا کیجئے، فرض احتیاطی ظہر تنہا تنہا پڑھ لیا کریں۔ کاش کہ سچا بند کرانیکے  
 احتیاطی ظہر بلا جماعت پڑھنے کا حکم دیا جاتا، جیسا کہ بعض روایات میں ہے۔  
 حررہ، محمد ابراہیم قادری غفرلہ

از جناب مولوی عزیز احمد قادری مفتی دارالعلوم عالیہ دیوبند،  
 بیشک موضع مذکور میں جمعہ بند کرنا چاہئے کہ فرائض اسلام کی ادائیگی  
 میں سستی ہو رہی ہے، عوام کو ایک حیلہ ہاتھ آجائے گا، حضرت مولیٰ علی  
 کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے نماز عید بعد عید گاہ میں ایک شخص کو نماز پڑھتے دیکھا  
 لوگوں نے عرض کیا کہ آپ اسے منع کیوں نہیں فرماتے، آپ نے فرمایا  
 کہ میں اسس وعید سے ڈرتا ہوں ادبیت الذی ینھی عبدا اذا صلی  
 ترجمہ کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا کہ بندہ جب نماز پڑھتا ہے تو وہ اسکو  
 منع کرتا ہے اور آپ نے اسکو نماز پڑھنے سے روکا۔ موضع مذکور  
 پر بعض فقہائے کرام کی تصریح کے مطابق مصر کی تعریف صادق آتی ہو  
 لہذا بیچظہر جمعہ ادا کرنا چاہئے اور وہ جمعہ چار رکعت احتیاطی ظہر پڑھنا چاہئے

بابت کا پتہ نہیں : پھر بھی وہاں کے مسلمان اس کی پچیس سالہ شہادت  
 کے بعد کے چھوڑ دینے پر سخت شرعی توہین اسلامی جان کر تیار  
 نہیں ہیں تو یہ دیکھیں کہ ظہران کے ذمہ سے ساقط نہیں ہو سکتی ہے بدرجہ  
 مجبوری چار گنتیں احتیاط ظہر کے بغیر چارہ کار نہیں ہے ، واللہ اعلم۔  
 سر کے بعد حضرت مورخ نارشار فرماتے ہیں کہ زیادہ تحقیق کتاب  
 اقصیہ سے : سبب دہری چشم کے مین قاصر ہوں ، دیگر علماء ہندوستان کے  
 مشورہ فرمائے ، مین دُعا کرتا ہوں کہ کوئی ایسی شرعی صورت نکل آوی  
 جس سے یہ پچیس سالہ شہاد اسلامی آپ لوگوں سے ترک نہ ہونے پائے۔

ثم السلام طالب دُعا۔ فقیر حقیر ابوالفخر محمد ناصر ابن حفصہ مولانا ظلم العالی  
 ذی النبی الخلیفۃ

حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب قادری بدایونی۔

انجواب :۔ ایسے بڑے گاؤں جن کا سوال مین ذکر ہے بتصریح بعض فقہاء  
 کرام حکم عزمین ہیں۔ قستانی مین ہے وَتَقَعُ فَرُصَاتُ فِي الْقَصَبَاتِ وَ  
 الْقَرْىَ الْكَبِيرَةِ الَّتِي فِيهَا اسْتَوَى اور اسپر بعض متاخرین کا  
 منسربا ہے۔ ارکان اربعہ مین علامہ بحر العلوم نے تحریر فرمایا ہے ، وَ  
 كَانَ مَنْظُومُ الْأَسْرَادِ اِنِّي قَدِ اسْرُهُ يُعْتَقَى بِأَنَّ الْبَصَرَ مَوْضِعٌ  
 يَنْدَفِعُ فِيهِ حَلَجَةُ الْإِنْسَانِ الصُّورِ رِيَّةٍ مِنَ الْأَكْلِ بِأَنَّهُ يَكُونُ

جواب، جمعہ کی نماز ہو جاتی ہے، فقہاء کا صرف یہ مطلب ہے کہ لوگوں کے اجتماع محل عمل نہ ہوں اور امن کا انتظام ہو، جب وہاں لوگوں کے جمع ہونے میں بد امنی نہیں ہے۔ امن ہے تو پھر عجمہ کی نماز سے منع کرنا ظلم ہے اور خاص کر جو وہ زمانہ میں لوگوں کو منع کرنا گویا کہ دین کے شعائر اور احساس اور شوق کو بھجاتا ہے جو ایک ایسا ظلم ہے کہ معاف نہ ہوگا، پس آپ لوگ جمعہ کی نماز پڑھیں اور دوسروں کو بھی ترغیب دین، مگر جو اس کے مخالف ہیں ان سے لڑیں یا جھگڑا نہ کریں، وہ اپنے رستہ پر رہیں تم اپنا رستہ پیرو۔

مقام العلماء نور محمد دہلی۔

از حضرت قدوة السالکین خطیب العلماء جناب الانا قاری  
شاہ محمد سلیمان صاحب قادری حشی پھولواری شریف  
مرحوم و مشفق و اہلبائتہ

جواب : ہاں اسم مذکور ائمہ مدرسین نماز جمعہ ضرور جاری رکھنی چاہئے  
 الجواب : علامہ حسین بن ندوی مفتی وقت ترمذی و شہرہ معروفہ ہندوستان  
 فتح الجواب : محمد سلیمان - الجواب صحیح حسین بن ندوی

والہد اعلم بالصواب - فقط حررہ عزیز احمد قادری دارالعلوم عالیہ

قادریہ بدایوں

از حضرت خطیب العلم مولانا مولوی محمد عبدالحامد القادری

ناظم جمعیتہ العلماء و صوفیہ متحدہ دہلی

الجواب واللہ الملہم الصدق والصواب، صورت مسئلہ میں موجودگی امور مذکورہ سوال نماز جمعہ قصبہ بسو میں بلا خطر ادا کی جائے، ایسے قریہ کو فقہاء متاخرین نے حکم مصر میں شامل کر کے حکم جواز جمعہ دیا ہے، جیسا کہ جامع الرموز میں مصر ہے، نماز جمعہ سے روکنا اس دینی سے روکنا ہی البتہ جو چھوٹے گاؤں ایسے ہوں جہاں ضروریات روزمرہ ہر وقت ملتی ہو دوکان موجود نہ ہوں، وہاں نماز جمعہ ہرگز جائز نہ ہوگی، واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد عبدالحامد القادری عفی

از سید العلماء الهند حضرت مولانا مفتی محمد کفایت شاہ چاہا پور

صدر جمعیتہ العلماء ہند دہلی

الجواب، جبکہ اس قریہ میں پچیس سال سے جمعہ قائم ہے تو وہاں جمعہ کی نماز دستور قائم رکھی جائے۔

محمد کفایت شاہ دارالعلوم عالیہ



جائزہ ہوگی۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے یہ الفاظ ہیں،

”پس نماز جمعہ دو رکعت است در وقت ظہر باجماعت عظیمہ از مسلمانین

در قریہ پایور شہر الخ مصفی شرح موطا امام مالک، اب چنگت قافی یا

سلطان نہیں ہیں اس لیے گارڈ کے عام مسلمان حسیکی امام مسجد پر مشفق

ہو جائیں گے نماز جمعہ جائز ہوگی، عالمگیری میں ہے لو تعذر الاستیذان

عَنِ الْأَمَامِ ق. ٢٠٠ - س. عَلَى رَجُلٍ يَصِلُ بِهِمَا تَجْمَعُ تَجَارِعُكَ

فی التہذیب، نیز وہ گاؤں جب آیا ہے جیسا کہ سوال میں مذکور ہے

تو وہ حکم میں مصر کے ہے، اس بناء پر ایسے گاؤں میں جمعہ اور کرنا جائز ہے۔

دریہ جو احاف کی کتاہیت میں ہے کہ قری میں جمعہ جاسن نہیں ہے تو اس

مراد وہ قریبی ہیں جنکو ہمارے ہندوستان میں پو پودہ کہتے ہیں کہ چنر کا نام

پھونس وغیرہ کے بنا لیتے ہیں اور کاشتکاری کر کے ہیں اور اس سے پوری

یہ مراد نہیں ہے جس کو قصہ کہتے ہیں یا بڑے گاؤں مثل تحصیل کے قیواب

ثابت ہو گیا کہ نمازِ جمعہ بلا کراہیت جائز ہے، مجموعہ فتاویٰ مولانا عبدالحی

صاحب لکھنؤی جلد دوم میں اس کی پوری تفصیل ہے، احوالت کی

وہ سے ہم نے نقل نہیں کیا۔ واللہ اعلم بالصواب، حررہ

الجواب صحیح واللہ اعلم

ابو العباس محمد بن يوسف بن مهران دار العلوم هذه الخ

۱۱۶  
 از حضرت امام سید سلیمان ندوی

مولانا شبلی نعمانی اعظم گرامی

مجاہد، اس مقام میں نماز جمعہ ادا کی جائے۔

سید سلیمان ندوی

۱۱۷  
 از علماء و مفتی صاحبان دارالافتاء دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

ہوئے مکتوب۔ نماز جمعہ مثل اور نماز پنجگانہ کی طرح فرض ہے، اس کی داغی کے واسطے منجملہ اور شرائط کے یہ بھی ہے کہ مصر یا قناہ مصر ہو تا چاہئے، مصر کی تعریف یہ کی گئی ہے کہ اُس میں سلطان یا اُس کا نائب (نفاذی وغیرہ) رہتے ہوں اور حدود شرعی کا اجراء ہوتا ہو۔ امام کو یہ مسئلہ چھڑنا ہے کہ مصر وہ ہے کہ اُس بستی کے مسلمانوں کے لئے جڑی ہوئی ہو مسند کافی ہوتی ہو، اور بعض متاخرین علماء نے یہ تعریف کی ہے کہ ایسی بستی جس میں مختلف گائیاں ہوں اور وہاں ضروریات کی اشیا رہنمائی ہو۔ یہ تمام امور ہوتے ہیں جو کہ متاخرین علماء کے قوال ہیں کہ مصر کی تعریف یہ ہے کہ اس کے مقام میں نماز جمعہ ادا کر سہیت

السواق - جامع الرموز - سواہر وسنن مختصان کرام اللہ شریف  
صدر ریاست اسلام ٹونک - انوار الحسن عفی عنہ - خادم شرع خلیل الرحمن عفا  
سید احمد مجتبیٰ عفی عنہ - عبد الرحیم عفی عنہ ، سراج الدین کان اللہ - قاضی  
محمد عسکری عفی عنہ -

از حضرت مولانا شاہ محمد رکن الدین صاحب مدنی

الجواب - مصر کی تعریف میں اکثر فقہا اس طرف گئے ہیں کہ جس مقام کے نمازی  
وہاں کی بڑی مسجد میں نہ سماسکین وہی مصر ہے ، تنویر الابصار میں مصر  
وہوہ الا کہ ہم اکابر مساجد اہل الملکفین ہما - اس کے تحت میں  
در مختار میں ہے ، وعلیہ فتویٰ اکثر الفقہاء بظہور التوائی فی الاحکام  
بنابرین مقام بیومین نماز جمعہ ادا کرنا جائز ہوا ، کیونکہ سائل کے سوال سے  
معلوم ہوا کہ اس مقام پر اتنے نمازی ہیں کہ مسجد میں سمائی نہیں ہوتی اور  
عرصہ سے یہاں چوتھی چلا آ رہا ہے ، پس ہرگز نہ کیا جاوے ، جمعہ کو بدستور  
قائم رہنے دیا جائے ، مانعین کے اصرار کی طرف توجہ بھی نہ کرنا چاہئے - فقط  
احقر العباد محمد محمود غفرلہ خلف حضرة مولانا مولوی محمد رکن الدین صاحب

الجواب صحیح ، فقیر محمد رکن الدین نقشبندی سعودی ، مجددی ، ملوری  
از جناب مولانا شمس الدین صاحب مفتی جامعہ حسیینیہ محمدیہ عربیہ اسلامیہ  
الجواب ، مذکورہ مقام پر جمعہ وعیدین کی ادائیگی کی بظاہر مانعت نہیں ہے

از جناب مولانا مفتی عبداللطیف صاحب فی صد شیعہ بنیاد جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن

ہو المصوب، حنفیہ کے پاس ایسے گاؤں میں جمعہ کی نماز جائز ہے، جو لوگ منع کرتے ہیں ان کی باتوں پر کان نہیں دھرنا چاہئے۔ واللہ اعلم بالصواب  
مفتی عبداللطیف صاحب فی صد شیعہ بنیاد جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن  
از جناب مولانا محمد عباس صاحب مفتی دارالافتاء امارت شرعیہ صوبہ بہار

### پھلواری شریف

الجواب، موضع مذکور میں جمعہ کی نماز پڑھنی چاہئے، بند نہیں کرنا چاہئے۔  
واللہ اعلم بالصواب۔ محمد عباس خضر اللہ از دفتر امارت شرعیہ صوبہ بہار پھلواری شریف

از عدالت شیعہ شریف صدر ریاست اسلام ٹونک

الجواب اللہ الموفق بالراہ والصواب، بصورت مندرجہ دراستفتاءات جمعہ ایسی ہی ہیں اور اگرنا بقول مفتی بہ بلا تردید جائز ہے، بالخصوص جبکہ ان کی پیراں سے نماز جمعہ جاری ہے، بروایت خزائن الروایات عن عبد اللہ احسن ما سمعنا فیہ لو اجتمع اہل فی اکبر مساجد اہم ولم یسعوافیہ یجوز الجمعۃ وبروایت شمسہ شرح وقایہ وما لا یسم اکبر مساجد اہل مدینہ وانما اختارہذا دون التفسیر الاول لظہور التوافق فی احکام الشرع ونقع من تباہ فی الفصیلات والقرایۃ الکبیرۃ النقی فیہا

از حیات موات: شرافت و عجز خداوند متعال و جامع مسجد

ایسے مقام پر جہانگیر نے ویریاں استیلا ریتی ہوں اور مسلمان اس قدر  
 کہ مسجد میں نہ سما سگین تو اسکو حکم مشہر کا ہوگا اور جمعہ جائز ہوگا  
 علامہ بکر اعجازی کہتے ہیں کہ مصر عجارت از موضع است کہ  
 درانہ اور کچھ دور یہ انسان یعنی بیع و شراہ کوالات و ملیو سامی شدہ  
 باشد، مگر احتیاطاً آنگہ چار کہتے آخر ظہر تنہا خواند۔ فقط یعنی بغیر جمعہ  
 مفتی محمد اعظم شاہ مفتی جامع مسجد آگرہ

از مولوی مسعود احمد صاحب دارالعلوم دیوبند

الجواب سوال کے معلوم ہوتا ہے کہ موضع مذکور قریہ کی یہ مثل قصبہ کو ہے  
اور وہاں کو کھل کر آبادی میں نہیں رہتا ہے کم نہ ہوگی، اس لیے وہاں سے نہ ہوتا  
عمیقین کی واسطہ ہے، کہا قال العذامة النشانی و تقم شرعنا  
فی القصبات و القرى الکبریة لقی فیہا اسواق الخ پس آپ کو

[illegible]

کیونکہ مذکورہ مقام میں والی یا نائب کی موجودگی قیام نظام استقامت کی افیل  
 جسکو ہر قسم کے احکام کے اجراء اور قیام نظم کی قدرت ہے اور سبقت میں آبادی  
 اس قدر ہے کہ بڑی مسجد میں ان کی گنجائش بھی نہیں پڑتی ہے اور سبقت میں جاری ضرورت  
 انسانی موجودہ میں جس کی وجہ سے اس پر قریہ کبیر کا اطلاق صحیح ہے  
 و رہیں پچیس سال سے برابر قیام جمہور اس کی دلیل ہے کہ حکومت وقت کی  
 طرف سے قیام جمہور کی اجازت ہے، لہذا مذکورہ مقام پر قیام درست ہے  
 اور حسب دستور اس میں جمہور درست ہے اور حسب دستور اس میں جمہور  
 اور اگر ناچاہئے و عن ابی یوسف اند ما اذا استقموا فی اکبر مساجد  
 المصلوة الخمس لم یسمعہم و علیہ فتویٰ اکثر الفقہاء وقال ابو  
 شجاع من الحسن ما قبل فیرونی الی الی الخیر و هو الصحیح علی  
 ص ۱۳۲ و النسخہ بیل

و یتسأل عن العتق فیما المذکور و هو ما لا یسمی اکبر مساجد بل اهلہ المکلفین  
 بها و علیہ فتویٰ اکثر الفقہاء و مجتہدین قال فی القہستانی و تقم فی صا  
 فی القصبات و القری الکبیرة اللقی فیہا اسواق قال ابو القاسم  
 ہذا بلا خلاف اذا اذن الی او الفاضی بیتا و ہذا محل الجامع  
 لواء او اداء الخیر ثلاث ہذا الخیر فاذا اتصل بالحق

محمود حسن محمد اسد

سردار جمہور علیہ شاہی ص ۱۱۲

خادم دارالافتاء جامع مسجد محمدیہ لاہور

(۲) صورت مسکونہ میں حلقہ نقیہ اور حلقہ زہرین کے تشریح و تفسیر جمعہ جائزہ لیا جائیگا  
کیونکہ یہ سفر ہے اور سفر کی تعریف اس سے یہ صاف ہے کہ کیونکہ اہل صومالیہ  
لا یسمی اکبرہ سا جلد ۶ شرح و تفسیر جلد اول باب الجمعہ صفحہ ۴۸ اور نیز  
بقیہ شروہ کہ علاوہ جمعہ کی وجوہیت بلاریب درست ہے۔

(۳) جب ایک حلقہ میں پچیس سال سے مسلمانوں نے جمعہ ادا کیا تو کیا وہ  
بدعت اور فضائل ہے؟ تجھے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے  
ما راہ المسلمون حسنا فهو حسن، رواہ الطحاوی علی الدس  
فی جلد اول یعنی جس کام کو مسلمان اچھا سمجھ کر عمل کریں وہ اچھا ہی  
لہذا اس صورت میں بھی جمعہ کا پڑھنا واجب ہوا اور اس کا منع کرنا  
نا جائز اور منافی الخیر محض قویب کا مصداق ہے،

(۴) سفر کی تعریف میں یہ قول بھی ثابت ہے کہ جہان تپیں مکانات ہوں  
ان اولہ کے علاوہ اور بہت سے اولہ جمعہ کے وجوب کے ساری پاس  
موجود ہیں، مانع جمعہ کی یہ دلیل کہ حضور کا ارشاد لا جمعۃ فی  
القری کہ گاؤں میں جمعہ نہیں ہوا اس کا جواب بھی مختصر اعراف ہے کہ  
کہ معظمہ کو قرآن کریم میں قریہ کہا ہے لہذا وہاں بھی آپ کے تشریف جمعہ  
نہ ہوا اور بدعت ہوا تو لغو بالشر رسول کریم اتنی مدت تک بدعت کا  
ارتکاب کرتے رہے اور خدا نے بھی ان کو بدعت کا حکم کیا، قرآن میں

کھائے پینے اور لباس ضروری کے قبیل سے منع ہو جاتی ہے اور  
 ایسے پیشہ ورانہ اور موجودہ میں جن کی طرف اکثر حاجتیں پڑتی ہیں اور باوجود  
 اس کے وہ ان کے مسا جہ و ان کے جمیع اقامت رکھنے والوں کے کسب  
 سامنے کی گنجائش نہیں رکھتی ہے تو مقام مذکور میں اقامت جمعہ بلا خطر جائز  
 ہے، مانعین کے منع کا کچھ اعتبار نہیں ہے ورنہ اقامت جمعہ جائز نہیں  
 کثرت وقت آبادی کا جمعہ قائم کرنے کے لئے مذہب احناف میں اعتبار  
 نہیں، مھر کا اعتبار ہے، ایسا ہی کتب فقہیہ میں مذکور ہے، واللہ  
 تعالیٰ اعلم بالصواب۔۔۔

مرہ محمد رفیع اللہ غفرلہ دارالعلوم

معینہ عثمانیہ اجمیر شریف

از جناب مولانا مولوی قاضی محمد زاید صاحب (فاضل دیوبند)  
 شمس آبادی،

الحمد لله والصلوة والسلام على من لا نبي بعده  
 (التوفيق - (۱) جمعہ کی فرضیت نص قطعی سے ثابت ہے، خداوند کریم کا  
 ارشاد عالی ہے، یا ایہا الذین آمنوا اذا اؤدوا للصلوة من  
 جوہر الحجۃ، اس آیت کا حکم یہ ہے کہ جس وقت جہان جمعہ کی اذان ہو  
 نماز پڑھنا واجب ہو جاتا ہے، لہذا قرآن سننے کی قید یا شرط کو  
 نہ فرمایا، بلکہ ان جمعہ ہر جا میں جہان مسلمانوں کی آبادی ہو واجب



تو در این کتاب ...  
 و ...  
 و ...

## پنوا پاست علمای و ائمہین

از جناب پاسبان نام مولوی محمد شمس علی صاحب سنی حنفی بریلوی  
 آجواب نماز جمعہ و عیدین کی لیے مسجد بے شہر ہونا شرط ہے اور شہر ہے  
 جس میں بلند و گلی کوچہ راستے اور بازار ہوں اور اس میں کوئی حاکم ایسا  
 جو مظلوم کا ظالم سے بدلہ دلا سکے، جرم کی سزا دے سکے، مقدمات عایا  
 فیصل کر سکے، پس اگر یہ باتیں سنی مذکور میں پائی جاتی ہوں تو وہاں نماز جمعہ

و عیدین جائز ہے ورنہ نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ نقیر شمس علی غفرلہ سنی حنفی بریلوی

یا شرعی انداز میں ایسا حاکم شرع کا کہاں ہے؟ پس ہر جگہ  
 کہ بھی اور نکتہ، کراچی اور احمد آباد تک میں نماز جمعہ جائز نہیں ہے کیونکہ  
 قاضی اسلامی یا بادشاہ اسلامی وہاں بھی مقدمات وغیرہ فیصل  
 نہیں کرتے، بلکہ ظہر نماز فرض ہے، اس کا قائل اسقل و محض نہیں

لقد نذر الله من حوائجها. تاکہ تو بڑے گاؤں اور ایسے ارد گرد کو در  
 بہر کیف جمعہ ہر غلبہ میں درست ہے بلکہ واجب ہے۔ اس کا منکر نہیں قرار  
 منکر ہے، علامہ سید الزون کو اس سے اجتناب ضروری ہے۔ واللہ اعلم و  
 علمہ انتم وانکم۔ انا الفقیر المذلل العاصی القانی فی حقہ زاید غفرلہ  
 فاجعل دیوبند شہر آبادی

صح الجواب      بلاشبہ زید بن حنیف  
 فقیر خدا بخش باد۔ فدوی علیہ السلام۔ ترک کیا جاو۔ محمد ظیف بقلہ  
 سخاوت جمعہ ہر اور قریم کبیر و میں جس کو قصہ کہاجاتا ہے بلا شک درست ایسا  
 کتب فقہ میں مذکور ہے، بقلم محمد عمر شمس آبادی  
 از جناب مولانا مولوی مفتی محمد وحید علی مدظلہ العالی مدرس جامع العلوم  
 کمال پور۔

الجواب ما انا من حوائجہا نزدیک کیا گیا گاؤں میں جمعہ جائز نہیں ہے اگر  
 صبح بسو جہان تیرا سوداگر ملانوں کے ہیں اور پچیس سال سے  
 ہر ابر جمعہ سید ہا ہے، اور تھانہ اشیا ضروری بہوات دستیابی  
 میں جمعہ باقی رکھا جائے۔ بیونکہ وہ قصہ ہے اگرچہ ابتدا سے اسکو قصہ  
 اسوہ سے نہ دوسوہ کیا گیا ہو کہ اس میں آبادی ابتدا ترک ہو۔ واللہ اعلم۔  
 مفتی محمد وحید علی مدظلہ العالی۔ الجواب صحیح ہو محمد رضی اللہ عنہ





شاید تا ترالعقل بھی اس کا قائل نہ ہوگا، کیونکہ حجۃ کی نماز دیکھ سائر  
عبادات (سلمانوں پر فرض ہیں اور وہی ان احکام کے مخاطب ہیں، پھر  
غیر مسلم مردم شماری کو اس معاملہ میں کیا دخل ہوگا؟ البتہ جمعہ فرض بائیں  
کہ جماعت کے لئے جس قدر آدمیوں کی موجودگی شرط ہے، شہریت کیا تھ  
وہ بھی موجود ہیں نہ کہ مردم شماری کی قید سے، فقیر - ۱۲ ج۱۲۸

از جناب مولانا سعید احمد صاحب مفتی مظاہر العلوم سہارنپور  
تنقیح - کل مردم شماری مسلم و غیر مسلم کتنی ہے، بازار، تھانہ ہے کہ نہیں ان  
امور کا جواب آئے پڑا استفادہ کا جواب دیا جائے گا۔

از دفتر مظاہر العلوم سہارنپور

جواب تنقیح :- ۱۳۰۰ نفوس کی مردم شماری ہے جس میں  
مسلمان ۱۲۵۰، اور ہندو ۵۰ ہیں۔ بازار ہے اور تفریق دوکانیں بھی  
ہیں، دوکانوں کی مجموعی تعداد ۲۰ ہے، تھانہ نہیں ہے، البتہ چوکی پولیس ہے  
جس میں ایک حوالدار اور چند چوکیدار رہا کرتے ہیں، عثمان احمد از بسو۔

کے جواب - حامد و مصلیا، جس جگہ کی مردم شماری ۳ ہزار سے بھی کم ہے  
وہ چھوٹا گاؤں ہے اوس میں حقیقہ کے نزدیک جمعہ جائز نہیں۔

قال علی رضی اللہ عنہ لا جمعة ولا نشرین ولا خطر ولا اغھی الا  
فی مصر جامعہ او مدینۃ عظیمۃ وادہ ابن ابی شیبہ فی مصنفہ

۱۲۰  
 ہندوستان کے مسلمانوں کی تعداد کا اندازہ لگانا بہت مشکل ہے۔ لیکن  
 اگرچہ اس کا اندازہ لگانا مشکل ہے، مگر یہ بات یقیناً ہے کہ  
 ہندوستان کے مسلمانوں کی تعداد کافی زیادہ ہے۔

۱۔ اگرچہ ہندوستان کے مسلمانوں کی تعداد کافی زیادہ ہے، مگر  
 ان کی سب سے بڑی آبادی کل مرد و عورت مسلم و غیر مسلم کا مجموعہ تقریباً  
 تین ہزار ہواوڑی کی ظاہری حیثیت سے اس میں شہریت کے آثار نمایاں  
 ہوں تو چونکہ یہ سب مسلمان ہیں، لہذا ان کے اندر یہ سب جمعہ کے گھر ٹھکانا  
 واجب و لازم ہے، واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

کتبہ احقر محمد شفیع غفرلہ خام دارالافتاء دارالعلوم  
 دہلی  
 ۱۔ اول تو مردم شماری کا یا اس کی معین تعداد کا تذکرہ تعریفات مصر میں مسلم  
 نہیں ہے، کیونکہ فقہاء حنفیہ کے کتب اس سے خالی ہیں لیکن اس امر کے  
 مان لینے کے بعد درست ہو کہ غیر مسلم اور مسلم کا مجموعہ مصر کی تعریف میں  
 کیوں کر معتبر ہوگا (مثال) حیدر پور ایک بستی کا نام ہے، جس کی کل آبادی  
 مسلم و غیر مسلم باکرہ تین ہزار کی ہے، جس میں سے مسلم صرف چار ہزار  
 عاقل و بالغ ہیں اور باقی سب غیر مسلم ہیں، بستی مذکور کی ظاہری حالت  
 شہریت بھی ٹپکتی ہے، پس کیا وہاں مردم شماری کے لحاظ سے جمعہ  
 غرض ہے؟ جواب فتویٰ سے یہی متبادر ہے کہ نہیں ہے، مگر کوئی عاقل

آبادی کی قید بیان ہوئی ہے اور کس گروہ فقہانے اس کو فتوے کے قابل سمجھا

۱۲- جامع -

۲۹  
از حضرت علامہ مولانا محمد شفیع صاحب

آپ نے بھی یہ امور کی تصحیح لکھی ہے

بازار ہے یا نہیں اور مسلسل دوکانیں ہیں یا متفرق، اور کتنی دوکانیں ہیں کل  
مردم شماری کتنے آدمیوں کی ہے، مسلسل دوکانیں کتنی ہیں اور کیا لوگ اس کو  
بازار کہتے ہیں؟ خود لغافہ بنا کر اس پر اپنا پتہ لکھ دینا چاہئے تھا تاکہ مجھ کو  
تسلیف نہ ہوتی۔

جواب تنقیح - موضع بسو کی کل آبادی مسلم و غیر مسلم مردم شماری کے

اعتبار سے ۲۳۰۰ نفوس کی ہے مسلمان ۱۲۵۰ ہیں اور ہندو ۵۰۰ ہیں

۲- بازار سے ہے اور متفرق دوکانیں بھی ہیں، مجموعی حیثیت سے کل پالیس

دوکانیں ہیں

۳- بازار کے نام سے مشہور نہیں ہے بلکہ اس کو چوراہہ کہتے ہیں مگر

گجراتی زبان کے اعتبار سے چوراہہ اچوک اور بازار کے معنوں میں بھی مل

دوکانوں کی کیفیت یہ ہے کہ مسلسل نہیں ہیں بلکہ دو چار دوکانیں ملی جلی ہوتی

ہیں، اس کے بعد دو چار گھر آتے ہیں، پھر دوکانیں آتی ہیں، خاص

چوراہہ پر دس بارہ دوکانیں ہیں جو کہ ہر راستہ کے ٹکڑ پر یکجا دو دو تین کی حیثیت

واللہ اعلم بالصواب - حررہ سعید احمد غفرلہ -

دارالافتاء مدرسہ نظامہ علوم مسیحہ رنپور

صحیح ، عبد اللطیف مدرسہ نظامہ علوم مسیحہ رنپور -

علاء بالکل صحیح ہے کہ امام ابو حنیفہ کے مذہب پر سوائے مصر کے جہے جائز نہیں ہے جیسا کہ حضرت علی کی روایت جو آپ نے نقل فرمائی ہے ظاہر کرتی ہے برقیہ مردم شماری وسیلے سے کہاں سمجھی جاتی ہے یہاں پر دو مستقل دعوے ہیں ، اول تین ہزار سے کم کی آبادی چھوٹا گاؤں ہے دوسرا اس میں ایسے حکاموں میں بڑے حبشی عجمی جائز نہیں ہے مگر دلیل جو قال علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے وہ صرف دوسرے دعویٰ کی ہے اس میں شہر و گاؤں کی کوئی تعریف نہ تو باعتبار آبادی کی مردم شماری کے ہے ، اور نہ

کوئی دلیل ہے ، اور ایسے آبادی میں ، راستہ بڑی جگہ کتب حنفیہ اس میں سنہ ۱۲۸۵ھ میں علاوہ ہزارین جلائی میں مذکور ہے کہ قریہ لبرہ ہے کہ جہاں تیس یا زائد تیس گھر ہوں اور آپ اس کو چھوٹا گاؤں تحریر فرماتے ہیں کہ جہاں تین سو دس گھر ہیں - اور بھی ملا خطہ ہوا خساء ولی اللہ محدث دہلوی نے مصنفین تحریر فرمایا ہے کہ "یہی ہے جسے کتبہ اجتماع الیہ شان اسم قریہ توان اطلاق ہو" جہے جائز است احد کسی با ستند یا زیادہ دو بعض احادیث اقل ان پجاہ یکس نحو حاصل بالغ مؤامہ - برائے خدا ارشاد ہو کہ کوئی فقہی کتاب میں تین



کہتے ہیں کہ جو عرفاً قصبہ ہو یا شہر نہ کہ گاؤں، کیونکہ دنیا کی آبادی کی تین  
 حالتیں ہیں، پہلی - چھوٹی، درمیانی، یعنی شہر، گاؤں، قصبہ، پس شہر  
 اور قصبہ تو مصر میں اور گاؤں مصر نہیں، اور یہ امر عرف عام پر مبنی ہے جبکہ  
 سب لوگ جانتے ہیں کہ ایسی آبادی قصبہ ہوتے ہیں اور ایسے گاؤں ابتدا  
 اگر بسو کو عرف میں قصبہ شمار کیا جاتا ہو تو جمعہ پڑھنا جائز ہے، فرض ظہر پڑھنے  
 کی ضرورت نہیں اور اگر یہ بستی بسو قصبہ عرفاً نہیں ہے بلکہ گاؤں شمار  
 کیا جاتا ہے تو جمعہ پڑھنا درست نہ ہوگا، فرض ظہر پڑھ لی جائیگا کہ اگر عند اللہ تعالیٰ  
 جمعہ نہیں ہو تو فرض ظہر ذمہ نہ رہے اور اگر جمعہ ہو گیا تو یہ چار رکعت نقل  
 ہو جائے گی، ثواب بھی ملے گا، اس لئے یہ چار رکعت بہ نیت فرض ظہر پڑھی  
 پڑھنی چاہئے، یعنی چاروں رکعتوں میں الحمد اور سورۃ پڑھی جاوے کہ فقط  
 دو رکعت اول میں اور دونوں میں، واللہ تعالیٰ اعلم۔

صدر العلوم ضیاء العلوم، محمد حسین قاضی یا مہجول

۱۔ یہ امر عرف عام پر مبنی ہے، یہ دعویٰ بلا دلیل ہے، پھر ایسا دعویٰ کہ جس کی  
 تصریح سے فقہ حنفیہ ساکت ہیں، خیال فرمائے کہ عرف عام پر مبنی ہونے کی  
 صورت میں چالیس چالیس تعریفات شہر کی کیا ضرورت کیا تھی؟ عرف  
 قصبہ یا شہر کو تو سب ہی پہچانتے ہیں پھر تعریف کی ضرورت کیا تھی؟ علاوہ  
 برین اگر حدیث علی رضی اللہ عنہ کے مصر سے مصر عرفی مراد ہو تو پھر قصبہ میں

ملی ہوئی ہیں۔

اس بار بار کی تکلیف اور زحمت وہی پر جو آنجناب کو دیجاتی ہے سخت ندامت ہے مگر مجبور کیا کروں اُمید کہ آنجناب معاف فرمائیں گے۔

عثمان احمد از بسو۔

جواب۔ میرے نزدیک یہ محل اقامت جمعہ کا نہیں، اور ٹکٹ لفافہ خود کیوں نہیں چپان کئے فضول تکلیف دینے سے کیا فائدہ۔

(دستخط و مهر وغیرہ سب ۱۱-۱۲ جامع)

علامہ حمید غلام کی شخصیت مرعوب ہو جائے، اور جمعہ قائم نہ فرمائے، نہ دلیل ہے نہ حوالہ، بلکہ عجیب غلام کا اجتہاد ہے، جو قابل لحاظ نہیں، لیکن اگر میرے نزدیک سے مراد ہر مذہب حقیقی ہے تو دلیل تحریر کرنا چاہئے، کیونکہ مذہب حقیقی میں ایسا کوئی قول موجود نہیں ہے، دو قانون کی تعداد، ہندوؤں کا شمار، مسلمانوں کی نفی، جو حضرت عجیب نے دریافت فرمائی، نہ معلوم کس جہت سے تھی؟ کیا مردم شماری کو بھی تعریف مصریٰ میں کچھ دخل ہے؟ ۱۲-۹ جامع۔

آرجناب صدر العلماء، مولوی محمد ضیاء الحق صاحب، جناب مولوی  
حسن رضا قاضی ریاست بھوپال

الجواب: افہم غفیر کی رو سے جمعہ کرنے مصر شرط ہے، کتب فقہ میں متعدد تعریف مصر کی مسطور ہیں، سب کا حاصل یہ ہے کہ مصر اس آبادی





بعض کہتے ہیں کہ وہ جگہ ہے کہ مصر سے شمس مصر کی ضروریات کے لئے ہے،  
 جیسا کہ خلاصہ اور خانہ میں ہے۔ الموضع المعد لمصالح المصر  
 متصل بہ ومن کان بہ مقيماً فی عمران المصر و اطرافہ  
 و ليس بین ذلك الموضع وبين عمران المصر قرجه فعلیم  
 الجمعة اور بدائع میں ہے کہ وہ جگہ ہے کہ جہان کے باشندوں کیلئے  
 یہ ممکن ہو کہ مصر میں اگر نماز جمعہ میں شریک ہوں اور شب باشی اپنے اہل  
 عیال میں کرین ماقالہ بعضهم انہ امکنہ ان یخضروا الجمعة و  
 یبیت اہلہ من غیر تکلف تجب علیہ الجمعة۔ امام اجل  
 شیخ حسام الدین فرماتے ہیں کہ وہ جگہ ہے جہان مصر کی وہ اذان  
 سنی جائے جو باواز بلند مارہ پرکھی گئی ہو جیسا کہ مضمرات میں ہے، و  
 قال الشیخ الامام الاہل حسام الدین تجب علی اہل مصر و اضع  
 القریبۃ الی السبلۃ التی فی قواہم العسکران الذین یسمعون  
 الاذان علی المتارۃ با علی الصوت۔ اور علامہ ابن نجیم رحمۃ اللہ  
 علیہ نے بحر الرائق میں صاحب بدائع کے قول کو احوط بتایا ہے،  
 اختلف التصحیح و الفتویٰ کما رأیت ولعل الاحوط ما فی البدائع  
 فكان اولیٰ، پس صورت مسئلہ میں اگر موضع بیو شہر سے اتنا  
 دور ہے کہ نماز کے لئے شہر سے چاہیوالا شخص بروز جمعہ وہاں نماز

جس میں ضروریاتِ زندگی با سانی فراہم ہو سکیں دیہی مولانا نظام الدین  
 فرنگی محلی کا بھی مسلک ہے - ۱۲ جامع - بعض کہتے ہیں وہ بستی ہے کہ جسکی  
 سب سے بڑی مسجد میں اس بستی کے مکلفین غیر معذورین نہ سما سکیں ،  
 اور یہی تعریف اکثر فقہائے حنفیہ کی مختار ہے ، جیسا کہ در مختار میں ہے ،  
 وهو ما لا یسع اکبر مساجده اهلہا مکلفین بہا و علیہ الفتوی اکثر  
 الفقہاء ۶ ، رد مختار شرح در مختار میں ہے قوله مکلفین بہا احتزیم  
 عن اصحاب الاعذار مثل النساء والصبيان والمسافرین عن الفقہاء  
 قوله وعلیہ فتوی اکثر الفقہاء وقال ابو شجاع هذا احسن ما  
 قيل فیہ فی الولوجیہ وصحیح (بحر) اور بحر الرائق میں ہے ، فی  
 المجتبی عن ابی یوسف انه اذا اجتمعوا فی اکبر مساجد ہم للصلو  
 الخمس لم یسعہم وعلیہ الفتوی اکثر الفقہاء ، آخری عبارت  
 بحر کی جو نقل کی گئی ہے اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسی بستی کو مصر کہیں گے کہ  
 کہ جہاں جماعت پنجگانہ کے لئے کوئی مسجد نہ ہو ان میں سے جو مسجد میں  
 بڑی ہو ، اُس میں بھی بچوں ، عورتوں اور مسافروں کو چھوڑ کر کل باشندے  
 اس بستی کے نہ سما سکیں ، پس اس تعریف کے لحاظ سے ، پس  
 اس تعریف کے لحاظ سے مقام بسو پر مصر کی تعریف نہیں صادق  
 آتی ہے ، اور قاضی مصر کی تعریف میں بھی علماء کثاف کا اختلاف ہے



اذا کر کے شرب تکس لٹ سکتا ہے تو نماز جمعہ مقام بسو کے باشندہ ہیں  
واجب ہے اور نہیں واجب ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ ابو الرحیم محمد ایوب غفرلہ

برائے اختتام۔ سے تفسیر صحیح کر دی ہے کہ اگر وہاں صرف ایک ہی مسجد ہو تو  
وہی ایک مسجد ہوگی اور اس کے پڑھنے جاسنے سے وہاں کے لوگوں پر  
نماز جمعہ واجب ہو جائے گی۔ کما صرح بہ۔ مولا تارکن الدین کلاوی  
فی بعض مسائل تہ تعلیق بالجمعة بنسقل العبارات من شام  
الاطلاع فلیرجم المیر۔ پس اہل بسو پر جمعہ بہ تحقیق مفتی صاحب بھی  
فرض ہوا، اگرچہ موصوف نے نتیجہ غیر صحیح اخذ کیا ہے اور صرف بحر الرائق  
کی عبارت اس کو ثابت کرتی ہے کہ وہاں مستعد و مساجد بالضرور  
ہوں، لیکن ان شرعا و تین مطلق ہیں، پھر اس کے خلاف تفسیر بھی ۱۲۰ ج ۱  
میں البتہ پالن پور سے بسوا تا ہی دور ہے کہ لوگ نماز جمعہ پڑھ کر  
آسکتے ہیں اور اپنے گھر وں شب پاش ہو سکتے ہیں، اس لیے بقول  
مفتی صاحب اہل بسو پر نماز جمعہ فرض ہے لیکن ان کو یہ تکلیف نہیں  
دیجا سکتی کہ وہ ہمیشہ پالن پور ہی میں جا کر پڑھیں بلکہ وہ اپنے وہاں جمعہ  
کی نماز قائم کر کے ادا کر سکتے ہیں، شبہ نہ کیا جاوے کہ عہد رسالت  
میں اور خلفائے راشدین کے زمانہ میں لوگ اگر مدینہ کے جمعہ میں



| نمبر شمار | نمبر صفحہ | سطر | غلط                        | صحیح                                |
|-----------|-----------|-----|----------------------------|-------------------------------------|
| ۱۹        | ۲         | ۷   | بہر نفع جمعہ نماز فرض ہے   | بہر نفع جمعہ کی نماز فرض ہے         |
| ۲۰        | ۱۳        | ۱۷  | اور اس کے مثل              | اور اسی کے مثل                      |
| ۲۱        | ۱۷        | ۱۰  | فتحا کا تیسرا طبقہ حدیث ہے | طبقات الفقہاء کا تیسرا طبقہ حدیث ہے |
| ۲۲        | ۱۷        | ۱۶  | بعد ازاں شیعہ              | بعد ازاں شیعہ                       |
| ۲۳        | ۲۰        | ۲   | کیونکہ قرآن میں            | کیونکہ قرآن مجید میں                |
| ۲۴        | ۲۰        | ۹   | یہ بات اچھی طرح یاد کرو    | یہ بات خوب بھی طرح یاد کرو          |
| ۲۵        | ۲۳        | ۳   | اس واسطے قرآن میں          | اسی واسطے قرآن میں                  |
| ۲۶        | ۲۳        | ۵   | کما گنا کو خواہ ارضہ       | کما گنا کو خواہ ارضہ                |
| ۲۷        | ۲۳        | ۶   | تو خاص طور سے              | تو ان کو خاص طور سے                 |
| ۲۸        | ۲۴        | ۱۷  | بحدیث                      | بحدیث دارقطنی                       |
| ۲۹        | ۲۴        | ۱۷  | روایت کے                   | روایت کے کہ                         |
| ۳۰        | ۲۵        | ۸   | رخصت نہیں دگنی             | رخصت نہیں دگنی ہے                   |
| ۳۱        | ۲۵        | ۱۷  | کیونکہ وہاں جمعہ پڑھنا     | کیونکہ وہاں ظہر پڑھنا               |
| ۳۲        | ۲۶        | ۷   | جمعہ عرفات میں پڑھنا       | جمعہ عرفات میں پڑھنا                |
| ۳۳        | ۲۶        | ۱۷  | مسلمانوں کا اجماع کہ       | مسلمانوں کا اجماع ہے کہ             |
| ۳۴        | ۲۷        | ۳   | مکان میں آجانا مشکل ہو     | مکان میں آجانا مشکل ہو              |
| ۳۵        | ۲۷        | ۱۱  | فتنہ زد                    | فتنہ زد                             |
| ۳۶        | ۲۷        | ۱۱  | اس خطبہ کو آیت پڑھنا       | اس خطبہ کو آیت پڑھنا                |
| ۳۷        | ۲۹        | ۱۱  | درست نہیں ہو               | درست نہیں ہے                        |
| ۳۸        | ۲۹        | ۱۳  | قلت دلالت کرتی ہے          | قلت پر دلالت کرتی ہے                |
| ۳۹        | ۳۰        | ۱   | اس رائے پر بڑا ہے          | اس رائے پر بڑا ہے                   |
| ۴۰        | ۳۱        | ۱۴  | نماز                       | نماز                                |

# نقشہ اغلاط و تصحیح رسالہ ہذا

| نمبر شمار | نمبر صفحہ | سطر | غلط                         | صحیح                             |
|-----------|-----------|-----|-----------------------------|----------------------------------|
| ۱         | ۲         | ۳   | رجب المہرب کی بات           | رجب المہرب ۳۵ھ کی بات            |
| ۲         | ۳         | ۷   | سوالات پڑھو اور مباحث کیجئے | سوالات پڑھئے مباحث کیجئے         |
| ۳         | ۴         | ۱۶  | اگر بادشاہ اسلام کی شرط     | اگر بادشاہ اسلامی کی شرط         |
| ۴         | ۵         | ۱۴  | جانچ و تحقیق سے کام لیجئے   | جانچ و تحقیق کی احتیاط کام لیجئے |
| ۵         | ۵         | ۱۵  | انسان کے تسامحات سے         | انسان کے کہ وہ سمیر تسامحات سے   |
| ۶         | ۶         | ۳   | رچولی، ضلع بارہ بنکی        | اچولی، ضلع بارہ بنکی             |
| ۷         | ۸         | ۱۰  | زائد سون گولکہ قرآن کے      | زائد سون گولہ قرآن کے            |
| ۸         | ۸         | ۱۳  | فقہ کا عظیم الشان           | فقہ کا عظیم الشان دفتر           |
| ۹         | ۸         | ۱۴  | اور حدیث کی بزرگ کتابوں     | اور حدیث کی بزرگ کتابوں          |
| ۱۰        | ۸         | ۷   | دیکھنے کی ضرورت نہیں ہے     | دیکھنے کی چند ضرورت نہیں ہے      |
| ۱۱        | ۹         | ۵   | لکھا کہ اس ورکے جملہ        | لکھا کہ اس ورکے جملہ             |
| ۱۲        | ۹         | ۷   | احناف کو مسلک کو مستکرہ ہیں | احناف کو مسلک پر مستکرہ ہیں      |
| ۱۳        | ۹         | ۷   | اور اس عظیم الشان کو        | اور اس عظیم الشان اتمام کو       |
| ۱۴        | ۹         | ۸   | کیجا نہ منسوب کرتے ہیں      | کیجا نہ منسوب کرتے ہیں           |
| ۱۵        | ۹         | ۹   | قدوری کا قول ہے             | قدوری کا قول یہ ہے               |
| ۱۶        | ۱۰        | ۲   | پس گویا مکروہ تحریمی        | پس گویا مکروہ تحریمی             |
| ۱۷        | ۱۲        | ۱   | یہ درجہ                     | یہ مرتبہ                         |
| ۱۸        | ۱۲        | ۲   | نہیں رکھتا                  | نہیں رکھتا ہے                    |

| صفحہ | سطح | غلط                        | صحیح              |
|------|-----|----------------------------|-------------------|
| ۶۳   | ۹   | اس کا مثل ہے               | اسی کا مثل ہے۔    |
| ۶۴   | ۱   | تو خدا کیلئے تو خدا کے لئے | تو خدا کے لئے     |
| ۶۵   | ۱۷  | الفاظ پر بھنا              | الفاظ پر بھانا    |
| ۶۶   | ۱۶  | سوائے ایک جگہ کے           | سوائے ایک مسجد کے |
| ۶۷   | ۱۱  | بغداد کو                   | بغداد ہے کہ       |
| ۶۸   | ۶   | لاہور اسپون کی             | لاہور اسپون کے    |
| ۶۹   | ۷   | تحققین                     | تحققین            |
| ۷۰   | ۷   | جمعہ پر صفا                | جمعہ پر صفتے      |
| ۷۱   | ۹   | ترتیب سے                   | ترتیب سے آئے      |
| ۷۲   | ۱۰  | جمع                        | جگہ               |
| ۷۳   | ۱۷  | ان                         | ان کو             |

نوٹ:- از صفحہ ۱ تا ۱۶ چند غلطیاں لکھ کر بالامین درج ہونے سے پیشین  
اسد اعلیٰ بن درویش کو اپنی

|    |    |                            |                            |
|----|----|----------------------------|----------------------------|
| ۶۴ | ۶  | اس میں رو و بدل ہو سکتا ہے | اس میں رو و بدل ہو سکتا ہے |
| ۷۵ | ۱  | اسد تعالیٰ آج              | اسد تعالیٰ آج              |
| ۷۶ | ۶  | او حجو دلہا                | او حجو دلہا                |
| ۷۷ | ۱۳ | اور اس کو برکت             | اور اس کو برکت             |
| ۷۸ | ۱۴ | سہل نگاری                  | سہل نگاری                  |
| ۷۹ | ۲  | نواب عامل کرو              | نواب عامل کرو              |
| ۸۰ | ۷  | بعض حصص بیان               | بعض حصص بیان               |
| ۸۱ | ۸  | بعض حصص بیان               | بعض حصص بیان               |

| نمبر شمار | صفحہ | سطر | غلط                            | صحیح                           |
|-----------|------|-----|--------------------------------|--------------------------------|
| ۴۱        | ۳۲   | ۱   | ثابت نہیں ہے                   | ثابت نہیں ہوتا ہے۔             |
| ۴۲        | ۳۱   | ۲   | چالیس کو کم آدمی               | چالیس سے کم آدمی               |
| ۴۳        | ۳۲   | ۱۰  | عین بشرح ہمارے                 | یعنی بشرح ہمارے                |
| ۴۴        | ۳۳   | ۱۱  | امام ابو حنیفہ کے حیرت         | امام ابو حنیفہ کے حیرت         |
| ۴۵        | ۳۴   | ۵   | اور اس کی تاکید                | اور اس کی تاکید                |
| ۴۶        | ۴۱   | ۱۲  | متون و شرح                     | متون و شرح                     |
| ۴۷        | ۴۳   | ۱۷  | تو گویا تخذیر ہوگا             | تو گویا کہ تخذیر ہوگا          |
| ۴۸        | ۴۴   | ۶   | خواہ خواہ رکاوٹ                | خواہ خواہ کی رکاوٹ             |
| ۴۹        | ۴۶   | ۱۵  | وہذا الصدق                     | وہذا الصدق                     |
| ۵۰        | ۴۷   | ۵   | اور ان میں                     | اور اس میں                     |
| ۵۱        | ۴۸   | ۶   | تعریف میں نہ جامعیت            | تعریف میں نہ جامعیت            |
| ۵۲        | ۴۹   | ۹   | اپنی ہی صنعت کے                | اپنی ہی صنعت کے                |
| ۵۳        | ۵۰   | ۱۷  | اور تاں آپ کی ہر شے میں        | اور تاں آپ کی ہر شے میں        |
| ۵۴        | ۵۱   | ۱۱  | اور تاں آپ کی ہر شے میں        | اور تاں آپ کی ہر شے میں        |
| ۵۵        | ۵۲   | ۲   | جامع و مانع ہیں                | جامع و مانع ہیں                |
| ۵۶        | ۶۳   | ۳   | تحریر سے نمایندہ               | تحریر سے نمایندہ               |
| ۵۷        | ۶۲   | ۱۷  | جو شرط امام ابو حنیفہ کے نزدیک | جو شرط امام ابو حنیفہ کے نزدیک |
| ۵۸        | ۶۵   | ۶   | پس تعریف ایسی ہی ناچاہی        | پس تعریف ایسی ہی ناچاہی        |
| ۵۹        | ۶۵   | ۱۱  | جو پورہ نہ ہو                  | کہ جو پورہ نہ ہو               |
| ۶۰        | ۷۰   | ۱۵  | طہیرہ                          | طہیرہ                          |
| ۶۱        | ۷۱   |     | لیکن جمہ شہادت                 | لیکن جمہ شہادت                 |
| ۶۲        | ۷۲   |     | اختیار کیا گیا اور یہی         | اختیار کیا گیا اور یہی         |

